ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

47

7 تا 13 محرم الحرام 1432ھ/ 14 تا 20 دسمبر 2010ء

اس شمارے میں

ہم شرمندہ نہیں!

قرآن کے ساتھ استہزا کی ایک صورت

یہود کی مثال

تہذیب حاضر، دعوت رجوع الی القرآن

کیا ابھی وقت نہیں آیا؟

مغربی سماج انتہاپسندی کے نرغے میں

بھارت کے ساتھ امن مذاکرات میں احتیاط کی ضرورت

ضمیر فروشوں کی عالمی منڈی اور بکاؤ مال

صداقت کے بیج بودو

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا درس قرآن

اسلامی تحریک کے اوصاف

ایک ایسی تحریک کے اوصاف ذہن میں تازہ کر لیجیے جو ٹھیٹھ اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لیے کسی معاشرہ میں اُٹھی ہو۔ وہ تحریک کسی فرقہ واریت کی بنیاد پر نہ اُٹھی ہو، وہ محض رائج الوقت نظام کی کسی جزوی اصلاح کے لیے نہ اُٹھی ہو، وہ صرف کسی انتخابی عمل کے ذریعے اس نظام کو چلانے والے ہاتھوں کو بدلنے کے لیے میدان میں نہ آئی ہو، بلکہ اس جماعت کا مقصد خالص اسلامی انقلاب برپا کرنا ہو۔ یعنی معاشرہ میں علمی و عملی دونوں اعتبارات سے توحید کے نفاذ و انعقاد کی جدّ وجہد ہی اس کا مقصود و مطلوب ہو۔ پھر یہ کہ ایک معتد بہ تعداد میں لوگوں نے اسے شعوری طور پر قبول کیا ہو۔ اور وہ منظم ہو چکے ہوں اور منظم بھی اس درجہ میں کہ "وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا" کی کیفیت پیدا ہو گئی ہو۔ وہ کبھی مشتعل نہ ہوئے ہوں۔ انہوں نے کبھی بھی گالی کا جواب گالی سے نہ دیا ہو۔ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ نے سختیاں جھیلیں، استہزاء اور تمسخر برداشت کیا، ذہنی و جسمانی تشدد جھیلا۔ معاشرہ نے اہل ایمان کا بائیکاٹ کیا۔ شعب بنی ہاشم کی تین سالہ جاں گسل محصوری سے سابقہ پیش آیا۔ ایمان لانے والے سعید و صالح نوجوانوں کو ان کے خاندان والوں نے گھروں سے نکالا۔ ان پر معیشت کا دائرہ تنگ سے تنگ تر کیا گیا، لیکن انہوں نے ان سب کو جھیلتے اور برداشت کرتے ہوئے توحید کا علم ہاتھ میں لیے توحیدی انقلاب اور توحیدی نظام قائم کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ کسی ادنیٰ درجہ میں ہی سہی، اُس جماعت کے وابستگان میں بھی ان باتوں کی کوئی جھلک نظر آنا ضروری ہے۔

منہج انقلاب نبویؐ

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سورۃ التوبہ

(آیات: 61 تا 63)

ڈاکٹر اسرار احمد

وَمِنۡهُمُ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ النَّبِىَّ وَيَقُوۡلُوۡنَ هُوَ اُذُنٌ‌ ؕ قُلۡ اُذُنُ خَيۡرٍ لَّـكُمۡ يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤۡمِنُ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَرَحۡمَةٌ لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ‌ ؕ وَالَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۶۱﴾ يَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ لَـكُمۡ لِيُرۡضُوۡكُمۡ‌ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗۤ اَحَقُّ اَنۡ يُّرۡضُوۡهُ اِنۡ كَانُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۶۲﴾ اَلَمۡ يَعۡلَمُوۡۤا اَنَّهٗ مَنۡ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيۡهَا‌ ؕ ذٰلِكَ الۡخِزۡىُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۶۳﴾

’’اور ان میں بعض ایسے ہیں جو پیغمبرؐ کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص نرا کان ہے (ان سے) کہہ دو کہ وہ کان (ہے تو) تمہاری بھلائی کے لئے وہ اللہ کا اور مومنوں (کی بات) کا یقین رکھتا ہے۔ اور جو لوگ تم میں ایمان لائے ہیں ان کے لئے رحمت ہے۔ اور جو لوگ رسول اللہؐ کو رنج پہنچاتے ہیں ان کے لئے عذاب الیم (تیار) ہے۔ (مومنو!) یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو خوش کر دیں۔ حالانکہ اگر یہ (دل سے) مومن ہوتے تو اللہ اور اس کے پیغمبرؐ خوش کرنے کے زیادہ مستحق ہیں۔ کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ سے مقابلہ کرتا ہے تو اس کے لئے جہنم کی آگ (تیار) ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا؟ یہ بڑی رسوائی ہے۔‘‘

ان میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ کہہ کر نبیؐ کو ایذا پہنچاتے ہیں کہ وہ تو نرے کان ہی کان ہیں۔ یہ بات وہ ان معنوں میں کہتے ہیں کہ ہم نے جا کر جھوٹ بولا۔ کوئی جھوٹا بہانہ بنایا مثلاً میری بیوی بیمار ہے وغیرہ تو انہوں نے مان لیا۔ معلوم ہوتا ہے (معاذ اللہ) دماغ میں کچھ نہیں ہے۔ ہم جو کچھ کہہ دیتے ہیں مان لیتے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ آپؐ کی توہین کرتے ہیں۔ تو آپ کہہ دیجیے، یہ کان تمہارے لیے بہتر ہے۔ اس میں تمہاری بہتری ہے۔ یہاں پر فعل یُؤۡمِنُ کے ساتھ ب اور ل کے صلہ سے دونوں کے معنی کا فرق واضح ہو جائے گا۔ ’’یُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ‘‘ یعنی ’’وہ یقین رکھتے ہیں اللہ پر‘‘ ’’یُؤۡمِنُ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ‘‘ یعنی ’’بات مان لیتے ہیں مومنوں کی‘‘۔ وہ جانتے ہیں کہ تم جھوٹ بول رہے ہو، لیکن کہتے نہیں۔ یہ ان کی شرافت، نجابت اور مروت ہے کہ تمہارا پول نہیں کھولتے۔ بندۂ مومن کی فراست کے بارے تو آپؐ کا ارشاد ہے: ((اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله)) ’’مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔‘‘ جب عام مومن کا معاملہ یہ ہے، تو اندازہ کیجیے رسول ﷺ کی فراست کس درجہ کی ہوگی۔ اور جو واقعی مومن ہیں ان کے حق میں تو یہ رحمت ہے۔ اور یاد رکھو جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچاتے ہیں اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اے مسلمانو! یہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں، تاکہ تم کو راضی کر لیں۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے تو بہانہ بنا کر آ گئے، اب مسلمانوں کو بھی قسمیں کھا کھا کر یقین دلا رہے ہیں کہ ہم مخلص ہیں۔ آپ ہم پر شک نہ کریں۔ حالانکہ اگر وہ واقعتاً مومن ہیں تو اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ حق دار ہیں کہ وہ اُن کو راضی کریں۔ کیا وہ جانتے نہیں کہ جو کوئی بھی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا مقابلہ کرے گا، اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔

فرمان نبوی

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

نماز میں قرآن کی تلاوت کا ثواب

عَنۡ اَبِیۡ هُرَيۡرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ ((اَيُحِبُّ اَحَدُكُمۡ اِذَا رَجَعَ اِلٰى اَهۡلِهٖ اَنۡ يَّجِدَ فِيۡهِ ثَلَاثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ)) قُلۡنَا نَعَمۡ قَالَ ((فَثَلَاثُ اٰيَاتٍ يَقۡرَأُ بِهِنَّ اَحَدُكُمۡ فِيۡ صَلَاتِهٖ خَيۡرٌ لَهٗ مِنۡ ثَلَاثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ جب گھر واپس آئے تو تین اونٹنیاں حاملہ، بڑی اور موٹی اس کو مل جاویں۔‘‘ ہم نے عرض کیا کہ بے شک (ضرور پسند کرتے ہیں)۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ’’تین آیتیں جن کو تم میں سے کوئی نماز میں پڑھ لے وہ تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے افضل ہیں۔‘‘

تشریح: اس حدیث شریف میں چونکہ نماز میں قرآن مجید پڑھنے کا ذکر ہے اور وہ بغیر نماز کے پڑھنے سے افضل ہے، اس لیے تشبیہ حاملہ اونٹنیوں سے دی گئی۔ اس لیے کہ جیسے وہاں دو عبادتیں ہیں یعنی نماز اور تلاوت، ایسے ہی یہاں بھی دو چیزیں ہیں اونٹنی اور اس کا حمل۔ اس قسم کی احادیث سے صرف تشبیہ مراد ہوتی ہے۔ ورنہ ایک آیت کا باقی اجر ہزار فانی اونٹنیوں سے افضل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادا ریہ

ایوب بیگ مرزا

ہم شرمندہ نہیں!

جولین اسانج کی وکی لیکس نے بحرِسیاست میں سونامی اُٹھا دیا ہے۔ جن ممالک کے حوالے سے ایک آدھ انکشاف ہوا ہے وہاں ردِعمل سامنے آیا ہے۔ اعلیٰ عہدیدار کی برطرفی کی خبر ہے۔ پاکستان کی سیاسی و عسکری قیادت کے بارے میں ہزاروں دستاویزی انکشافات ہیں۔ جولین اسانج اور اُس کی کمپنی کی انتظامیہ سمجھتی ہوگی کہ ہم پاکستانی حکمرانوں کی جس قدر تعداد میں اور جس قدر شرمناک حرکات کی دستاویزات میڈیا میں لا رہے ہیں حکومت پاکستان تو پرزے پرزے ہو جائے گی اس کے وزرا کو منہ چھپانے کی جگہ نہیں مل رہی ہوگی۔ اکثریت سیاست سے ہی ریٹائر ہو جائے گی۔ کتنے بے خبر ہیں یہ خبریں دینے والے۔ یہاں کرپشن کے سمندر میں ڈبکیاں لگاتے وزراء اور اعلیٰ سرکاری افسران بڑھکیں لگا رہے ہیں۔ ہے کوئی جو ہمارے راستے میں رکاوٹ بنے یا ہمیں میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت کرے۔ وہ ایسے انکشافات کو کوئی لفٹ نہیں کرواتے۔ اور تو اور ملک کے چیف ایگزیکٹو ملک کی نمائندہ اسمبلی کے لیڈر آف دی ہاؤس وزیراعظم پاکستان ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اِن خبروں کو سنجیدہ نہیں لیتا۔ آہ ری قسمت، کیسے کیسے لوگ ہمارے حکمران بننے آ جاتے ہیں۔ اگر آپ اِن خبروں کو سنجیدہ نہیں لیتے جن کا تعلق ملکی سیاست میں غیروں کی مداخلت، نظامِ حکومت اور یہاں تک کہ ملکی سلامتی سے ہے تو پھر کن خبروں اور کن معاملات کو سنجیدہ لیں گے۔ کیا ہوگا اُس ملک اور اُس کی عوام کا مستقبل جس کے حکمران اور لیڈران مسخروں کی سی باتیں اور حرکتیں کریں، جو ہر وقت تالیاں پیٹتے نظر آئیں، جن کی تمام تر توجہ اپنے سوٹ بوٹ اور اپنے پروٹوکول پر ہو۔

دوسری طرف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں نے صرف اِس بات کی رَٹ لگائی ہوئی ہے کہ یہ ہماری توقعات کے عین مطابق ہے۔ ہم جانتے تھے کہ ہمارے حکمران دوسروں کے غلام ہیں، خصوصاً امریکہ کی پاکستان کے اندرونی معاملات میں بے جا مداخلت سے کون بے خبر تھا۔ دوسرا یہ کہ جس کا کھائیں گے اُس کے سامنے پیٹ کو ننگا بھی کرنا پڑے گا۔ اگرچہ اِن تجزیہ نگاروں کی پہلی بات سے کسی قدر ہمیں بھی اتفاق ہے کہ آثار واضح ہیں اور فریقین (یعنی پاکستان اور امریکہ) کے اطوار بھی ظاہر کر رہے تھے کہ ہم اپنا غلامانہ کردار بااحسن وخوبی نبھا رہے ہیں۔ پاکستانی عوام کا یہ شک بھی صحیح نکلا کہ ڈرون حملے پاکستان کی اجازت بلکہ خواہش کے مطابق ہو رہے ہیں اور ہمارے حکمرانوں کے یہ بیان جھوٹ اور منافقت کا پلندہ ہیں کہ ہم ڈرون حملوں پر امریکہ سے احتجاج کرتے ہیں۔ اِن تمام تر شکوک و شبہات اور معلومات کے ہونے کے باوجود ہمیں وکی لیکس کے دستاویزی انکشافات سے جو دکھ پہنچا ہے وہ فطری ہے۔ اس کی مثال کچھ یوں دی جا سکتی ہے کہ کسی شخص کے طور طریقے یا اُس کی حرکات و سکنات اور رہن سہن سے شک کیا جا رہا ہو کہ یہ چور ہے۔ بعض شہادتیں بھی ایسی دستیاب ہو جاتی ہیں کہ اِسے دیوار پھلانگتے یا نقب لگاتے دیکھا گیا ہے۔ لیکن جب وہ رنگے ہاتھوں پکڑا جاتا ہے تو یقین کی جو کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ پہلے نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ موقع پر پکڑے جانے سے پہلے بھی بعض لوگوں کو یقین کی حد تک شک تھا۔ لیکن ایسے لوگ بھی موجود ہوتے ہیں جو بہت زیادہ حسنِ ظن رکھتے ہیں اور مشکوک حرکات کی تاویلات پر یقین کر لیتے ہیں۔ لیکن اِن دستاویزی ثبوتوں کے بعد حقیقت سامنے آ گئی ہے اور غلط فہمی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔

حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کے سیاست دان اُن کا تعلق ایوانِ اقتدار سے ہو یا اپوزیشن سے سب رنگے ہاتھوں پکڑے گئے ہیں۔ یہ مسئلہ ثانوی ہے کہ یہ لیکج کیوں کی گئی ہے؟ اس کے مقاصد کیا ہیں؟ اس لیکج کو امریکی آشیرباد حاصل ہے یا نہیں؟ پاکستان کے لیے یہ نیا مسئلہ کھڑا کرنے والے اسرائیل اور ہندوستان ہیں یا یہ تیر اُس کمین گاہ سے چھوڑے گئے ہیں جس میں دوستی اور خیر خواہی کا اظہار کرنے والے چھپے بیٹھے ہیں؟ کوئی احمق سے احمق انسان بھی یہ شک نہیں کر سکتا کہ امریکی سفیرہ اپنی حکومت کو گمراہ کرنے کے لیے غلط، جھوٹی اور خلافِ واقعہ رپورٹیں ارسال کرتی ہوگی۔ لہٰذا وزیراعظم کا یہ کہنا کہ یہ انکشافات تصدیق شدہ نہیں ہیں اور میں انہیں سنجیدگی سے نہیں لیتا،

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 19 — شمارہ 47
7 تا 13 محرم الحرام 1432ھ
14 تا 20 دسمبر 2010ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

احمقانہ اور جاہلانہ بھی ہے اور چوری کے ساتھ سینہ زوری کا مظاہرہ بھی۔ جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے کہ اگر ہم دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں گے تو پھر پیٹ کو ننگا کرنا ہی پڑے گا۔ اولاً تو یہ کہ کس کتے نے ہمارے حکمرانوں کو کاٹا تھا جس کا تریاق صرف قرضوں کا حصول تھا۔ پھر یہ کہ کیا صرف دنیا میں پاکستان ہی مقروض ملک ہے جسے قرضے حاصل کرنے کے لیے غیروں کی مداخلت اور ایسی بے جا مداخلت قبول کرنا پڑتی ہے۔ بعض انکشافات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے حکمران خود سفیرہ صاحبہ سے رابطہ کرتے اور اپنے سیاسی حریفوں کی شکایت لگاتے تھے۔ ہمارے ایک سیاسی مذہبی رہنما محترمہ سفیرہ صاحبہ کے پاس وزیر اعظم بننے کی درخواست لے کر گئے اور اُنہیں بتایا کہ اسمبلی میں اکثریت نہ ہونے کے باوجود آپ کے لیے یہ کوئی ایسا مشکل نہیں ہے، اس لیے کہ ہمارے عوامی نمائندوں کی اکثریت بکاؤ مال ہے۔ دوسرے ممالک قرضہ بھی لیتے ہیں اور قرض خواہ کی کچھ نہ کچھ مانتے بھی ہیں لیکن ایک حدِ فاصل قائم رکھتے ہیں، جبکہ اخلاقی دیوالیہ پن اور دنیا کی ہوس نے ہمارے حکمرانوں کی عقل پر پردہ ڈال دیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ فلاں طاقتور ملک کا سفارت کار یا فلاں ملک کا حکمران اگر مجھ سے بہت میٹھا بولا ہے یا اُس نے مجھ سے عقیدت کا اظہار کیا ہے تو اس نے مجھ میں کوئی زبردست خوبی پائی ہے۔ اب یہ صاحب اپنے ملکی مفاد کو تج کر کے میرے لیے اقتدار کی راہ ہموار کرے گا یا میرے اقتدار کو مستحکم کر دے گا اور کسی کو خاطر میں نہیں لائے گا۔ ہم وکی لیکس کا یا ذاتی طور پر جولین اسانج کا یا کسی بھی ملک کی دشمنی کا رونا کیا روئیں، حقیقت یہ ہے کہ پندرہ سو سال پہلے الصادق المصدوق خیر البشر نبی آخر الزمان نے فرمایا تھا جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ جب کوئی قوم بگڑ جائے، ظلم عام ہو جائے، عدل اُٹھ جائے تو اللہ رب العزت اُس قوم کے بدترین اور رزیل لوگوں کو اُس قوم پر مسلط کر دیتا ہے۔ قوم آئینے کے روبرو کھڑی ہے اور اپنی شکل دیکھ کر انتہائی خوفزدہ ہے کہ یہ ڈائن کون ہے اور کیا چاہتی ہے۔ ہمیں سرِ بازار ننگا دیکھ کر دنیا قہقہے لگا رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ یہ مسلمانی کا دعویٰ کرنے والے انسان بھی نہیں ہیں۔ ہر نیا دن پاکستان اور اہلِ پاکستان کو ایک نئی خبر سناتا ہے جو دنیا بھر میں اس قوم کی ذلت و رسوائی میں مزید اضافہ کرتی ہے۔ تعجب اور دکھ کی بات یہ ہے کہ نہ اہلِ اقتدار اور نہ عوام اس ذلت و رسوائی کی بنیادی وجہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر وجہ ہی سمجھ نہ آئے گی، اگر بیماری کی تشخیص ہی نہ کی جائے گی تو علاج کیسا اور شفا کیسی اور اصلاح کا کیا سوال۔ ہم اِن سطور میں پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ اولین اور بڑے مجرم یقیناً حکمران ہیں لیکن یہ حکمران عوام کے اعمال کا نتیجے کے طور پر اُن پر مسلط ہوئے ہیں۔ لہٰذا چھوٹے اور مجرم نمبر 2 ہی سہی عوام کا کردار بھی مجرمانہ ہے۔ اس لیے معاشرے کی اصلاح اور اُسے نئی بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے عوام کو اُٹھنا پڑے گا۔ ہم حالات کی نزاکت اور خطرات کا احساس دلاتے رہیں گے، عوام کو جھنجھوڑتے رہیں گے، آوازیں دیتے رہیں گے کہ آیئے، پہلے خود کو حقیقی مسلمان بنائیں پھر معاشرے اور ریاست میں اسلام کو نافذ کریں گے۔ مغربی تہذیب کا جو سانپ ہمیں ڈس گیا ہے اُس کا تریاق اسلام اور صرف اسلام ہے۔ اسلام اپنی ذات پر، اسلام اپنے گھر میں، اسلام محلے اور معاشرے میں، اسلام ریاست کے ہر ہر ستون کا ظاہر و باطن ہو جائے تو وکی لیکس ہمیں نہیں ہمارے حوالے سے دنیا کو شرمندہ کرے گا۔ وگرنہ ذلت اور بڑھے گی شرمندگی پھر نہ ہوگی۔

بیانیہ مجلسِ اسرار

کلام اللہ کے ساتھ تمسخر واستہزا کی ایک صورت

اللہ تعالیٰ نے ’تذکر‘ کے لیے قرآن کو انتہائی آسان بنا دیا ہے اور قرآن کی ایک ہی سورت میں چار مرتبہ یہ فرما کر کہ: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝﴾ (سورۃ القمر) ’’ہم نے آسان بنا دیا ہے قرآن کو ذکر کے لیے۔ تو ہے کوئی یاددہانی سے فائدہ اُٹھانے والا‘‘ ہر انسان پر حجت قائم کر دی ہے کہ خواہ وہ کتنی ہی کم اور کیسی ہی معمولی استعداد کا حامل کیوں نہ ہو، فلسفہ و منطق اور علوم و فنون سے کتنا ہی نابلد اور زبان و ادب کی نزاکتوں اور پیچیدگیوں سے کتنا ہی ناواقف کیوں نہ ہو وہ قرآن سے ’تذکر‘ کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کی طبع سلیم اور فطرت صحیح ہو اور ان میں ٹیڑھ اور کجی راہ نہ پا چکی ہو۔ اور وہ قرآن کو پڑھتے ہوئے اس کا ایک سادہ مفہوم روانی کے ساتھ سمجھتا چلا جائے۔

’’تیسیر قرآن للذکر‘‘ کے متعدد پہلو ہیں۔ مثلاً ایک تو یہی کہ اس کا اصل موضوع اور اساسی مضامین فطرت انسانی کے جانے پہچانے ہیں اور قرآن کو پڑھتے ہوئے ایک سلیم الطبع انسان خود اپنے باطن کی آواز سن رہا ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کا طریق استدلال نہایت فطری اور انتہائی سادہ ہے۔ مزید یہ کہ مشکل مضامین کو نہایت دل نشین مثالوں کے ذریعے آسان بنا دیا گیا ہے۔ تیسرے یہ کہ اس کے باوجود کہ یہ ادب کا شاہکار اور فصاحت و بلاغت کی معراج ہے، اس کی زبان عام طور پر نہایت آسان ہے اور عربی زبان کی تھوڑی سی سوجھ بوجھ اور معمولی سا ذوق رکھنے والا شخص بھی بہت جلد اس سے مانوس ہو جاتا ہے اور بہت ہی کم مقامات ایسے رہ جاتے ہیں جہاں ایسے شخص کو دقت پیش آئے۔ لیکن تذکّر بالقرآن کے لیے بھی عربی زبان کا بنیادی علم بہر حال ناگزیر ہے اور متن کے ساتھ ساتھ قرآن کے کسی مترجم نسخے میں ترجمہ دیکھتے رہنا اس مقصد کے لیے قطعاً ناکافی ہے اور میں پوری دیانت داری کے ساتھ یہ سمجھتا ہوں کہ عربی کی اس قدر تحصیل کہ انسان قرآن مجید کا ایک رواں ترجمہ از خود سمجھ سکے اور تلاوت کرتے ہوئے بغیر متن سے نظر ہٹائے اس کے سرسری مفہوم سے آگاہ ہوتا چلا جائے، ہر پڑھے لکھے مسلمان کے لیے فرضِ عین کا درجہ رکھتا ہے —— اور میں نہیں سمجھتا کہ ایک ایسا مسلمان جس نے کچھ بھی پڑھا لکھا ہو کجا یہ کہ غیر ملکی زبان تک سیکھی ہو، بی اے، ایم اے پاس کیا ہو، ڈاکٹری اور انجینئرنگ جیسے مشکل علوم و فنون حاصل کیے ہوں، وہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں اتنی سی عربی بھی نہ سیکھ سکنے پر کیا عذر پیش کر سکے گا جس سے وہ اس کے کلام پاک کا فہم حاصل کر سکتا —— میں پورے خلوص اور خیر خواہی کے ساتھ یہ سمجھتا ہوں کہ ایسے لوگوں کو عربی سیکھ کر قرآن کا فہم حاصل کرنے سے باز رہنا اللہ کے کلام سے تمسخر اور استہزاء ہی نہیں بلکہ اس کی تحقیر و توہین ہے اور ہم میں سے ہر شخص یہ سوچ لے کہ اپنے اس طرزِ عمل سے ہم اپنے آپ کو اللہ کی کیسی شدید باز پرس اور کتنی سخت عقوبت کا مستحق بنا رہے ہیں۔

حاملِ کتاب اُمت کی ذمہ داریاں ادا نہ کرنے والے

یہود کی مثال اور

ہمارے لیے درسِ عبرت

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں

*امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** صاحب کے 5 نومبر 2010ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص*

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! پچھلے جمعہ توبہ کی پکار کے حوالے سے "اجتماعی توبہ کی ضرورت اور اُس کے عملی تقاضے" کے موضوع پر گفتگو ہوئی تھی۔ لیکن اس سے پہلے ہم سورۃ الجمعہ کا سلسلہ وار مطالعہ کر رہے تھے۔ چنانچہ آج پھر ہم اِسی کی طرف واپس آ رہے ہیں۔ اِس سورت کے پہلے رکوع میں قرآن مجید کی عظمت اور غلبہ دینِ حق کے لیے حزب اللہ کی تیاری اور افراد کی سیرت و کردار کی تعمیر کے ضمن میں نبی اکرم ﷺ کے اساسی منہاج کا بیان ہے۔ یعنی آپؐ نے افراد کی زندگیوں میں قرآن کے ذریعے انقلاب کیونکر برپا کیا اور وہ حزب اللہ کیسے تیار کی جس سے آپؐ کی حیاتِ مبارکہ میں جزیرہ نمائے عرب میں انقلاب برپا ہوا، اور بعد ازاں 25، 30 سالوں کے عرصے میں تین براعظموں میں اسلام غالب آ گیا۔ اہلِ عرب کہ جنہیں قرآن نے قَوْمًا لُّدًّا (جھگڑالو قوم) کہا ہے، تعلیم اور تہذیب سے قطعاً ناآشنا تھے، قرآن کے ذریعے آپؐ نے اُن کی کیسے کایا پلٹی کہ وہ روم اور ایران کی سلطنتوں سے ٹکرا گئے۔ اس رکوع کی ابتدائی دو آیات کا بیان ہو چکا ہے۔ آیئے، دوسری آیت کی کچھ مزید وضاحت کے ساتھ اگلی آیات کا مطالعہ کریں۔ دوسری آیت میں فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝﴾

"وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمدؐ کو) پیغمبر بنا کر بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور انہیں (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اگرچہ اس سے پہلے یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔"

آپؐ کی بعثت خصوصی اُمیّین کی طرف ہوئی تھی۔ اہلِ عرب کو اُمیین اس لیے کہا گیا کہ وہ تعلیم و تعلّم سے ناآشنا تھے۔ ان کے ہاں پڑھنے لکھنے کا رواج ہی نہیں تھا۔ کوئی سکول اور مدرسہ نہیں تھا۔ بنی اسمٰعیل کی اس شاخ میں اڑھائی ہزار برس تک کوئی نبی اور رسول نہیں آیا۔ عربوں کے ناخواندہ ہونے کے سبب یہود انہیں حقارت سے "اُمّی" کہتے تھے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اِسی لفظ کو عرب قوم کے لیے ایک وجہِ امتیاز اور باعثِ افتخار بنا دیا۔ اور گویا بنی اسرائیل کو یہ بتا دیا کہ جس قوم کو تم اُمّی قرار دیتے ہو، میرے آخری رسول انہی میں سے آئے ہیں، اور وہ اُمّی ہیں۔ مگر آپؐ کی زبان مبارک سے حکمت اور معارف کے جو موتی نکل رہے ہیں، پوری دنیا میں کوئی بھی اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ رسولِ اُمّی نے اُمیین کی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دیا۔ اُن کی سیرت و کردار، سوچ اور فکر، طرزِ بود و باش، اندازِ نشست و برخواست الغرض ہر چیز بدل کر رکھ دی۔ اِس تبدیلی کی جدوجہد میں آپؐ کا ہتھیار قرآن حکیم تھا۔ آپؐ اُن لوگوں کو بادشاہِ حقیقی کی آیات پڑھ کر سناتے۔ آیات سے مراد آیاتِ قرآنی ہیں۔ اللہ کا کلام نصیحت اور باطنی روحانی بیماریوں کے لیے شفا ہے۔ جیسا کہ سورۂ یونس میں فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝﴾ "لوگو! تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفاء اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت آ پہنچی ہے۔" باطنی بیماریوں میں لالچ، حسد، بخل، حُبِّ دنیا، حُبِّ جاہ، اقتدار کی محبت وغیرہ شامل ہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن سے شیطان فائدہ اُٹھا کر انسان کی عاقبت برباد کر دیتا ہے۔ اِن بیماریوں کا علاج آیاتِ قرآنی ہیں۔ لیکن یہ علاج مؤثر تب ہوگا جب قرآن حکیم کی تلاوت کا بھرپور اہتمام ہو، بالخصوص اُسے رات کے آخری حصے میں نمازِ تہجد میں پڑھا جائے۔ یہ چیز نفس کو کچلنے اور لگام دینے میں بہت مفید ہے۔ آپؐ اُن کا تزکیہ کرتے۔ تزکیہ سے مراد باطن کو پاک کرنا ہے۔ یہ وہ شے ہے کہ جس کے بغیر بندۂ مومن کی شخصیت پروان نہیں چڑھ سکتی۔ اخلاقی و روحانی اعتبار سے انسان ترقی کی منزل تبھی طے کرتا ہے جب باطن پاکیزہ ہوتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو ہدایت منکشف ہو بھی جائے، حق بات معلوم بھی ہو جائے پھر بھی راہِ حق پر چلنا مشکل ہوتا ہے۔ اگر آدمی کچھ چل بھی پڑے تو دو قدم چلنے کے بعد پاؤں رُک جاتے ہیں۔ اِس صورتحال سے شیطان بھرپور فائدہ اُٹھاتا ہے۔ باطنی پاکیزگی نہ ہو، تو انسان نیکی کرے بھی تو بالعموم اُس کے پیچھے ریا اور دکھاوے کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ اور ریاکاری وہ شے ہے جو اعمال کو ضائع کرنے والی ہے۔ آپؐ کا تیسرا کام یہ تھا کہ لوگوں کو کتاب کی تعلیم دیتے۔ یوں تو پورا قرآن کتاب ہے، مگر یہاں

اِس سے مراد احکام شرعی ہیں۔ آپؐ یہ احکام لوگوں کو سکھاتے تھے۔ چوتھا کام آپؐ کا یہ تھا کہ لوگوں کو حکمت کی تعلیم دیتے۔ آیاتِ قرآنی میں پوشیدہ باتوں سے، اُن کے جواہر سے اُن کو آشنا کرتے۔ انہیں کائنات کے اسرار و رموز سے آگاہ کرتے۔ حکمت علم کی سب سے بلند ترین سطح ہے۔ آپؐ نے لوگوں کو اس سطح تک پہنچایا۔ یاد رہے کہ حکمت کے موتی سب سے زیادہ خود قرآن میں ہیں، اور اس کی تفصیلات نبی ﷺ کے فرمودات ہیں، جو قرآن ہی کی تشریح ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو تلاوتِ آیات، تزکیہ، تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت چاروں چیزوں کا تعلق اصلاً قرآن مجید ہی کے ساتھ جڑتا ہے۔ پس بنیادی چیز قرآن مجید ہے۔ اسی لیے والد محترمؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ آلۂ انقلاب ہے۔ بقول حالی مرحوم ؎

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

ہاں، یہ قرآن ہی نسخۂ کیمیا ہے۔ یہی تانبے کو سونا بنا دینے والی شے ہے۔ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ...... الخ کے الفاظ بہت اہم ہیں۔ اور اسی میں گویا ہمارے لیے یہ راہنمائی ہے کہ آئندہ بھی غلبہ و اقامت دین کے لیے جو جماعت تشکیل پائے گی، اس کے لیے اصل مرکز و محور یہ خود قرآن ہی ہونا چاہیے، اور یہ چار چیزیں ہیں جن کا اہتمام کیا جانا چاہیے — رسول خدا ﷺ نے قرآن حکیم کے ذریعے جہالت اور گمراہی میں پڑے ہوئے اُمیّین کی کایا پلٹ دی، ورنہ وہ کس حال میں تھے، سب کو معلوم ہے۔ بدترین شرک اور کفر و الحاد میں غرق تھے۔ ان لوگوں تک اڑھائی ہزار سال سے نبوت کے انوار نہ پہنچے تھے۔ اب اللہ کا اُن پر احسان ہوا کہ ان میں وہ رسولؐ بھیجا جو انہیں احکامِ شریعت بھی سکھا رہا اور حکمت تک کی تعلیم دے رہا ہے۔

اگلی آیت میں واضح کیا کہ آپؐ کی بعثت صرف عرب کے اُمیّین کی طرف نہیں تھی، بلکہ آپؐ کی اُمت میں اور بھی لوگ شامل ہونے والے ہیں کہ آپ پوری نوعِ انسانی کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

﴿وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ③﴾

"اور ان میں سے اور لوگوں کی طرف بھی (ان کو بھیجا ہے) جو ابھی ان (مسلمانوں سے) نہیں ملے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔"

یہ اور لوگ کون ہیں؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ جس وقت یہ آیات نازل ہوئیں، اگرچہ اُمیّین میں سے کچھ لوگ تو ایمان لا چکے ہیں مگر پوری عرب قوم ایمان نہیں لائی تھی، یہاں پیشین گوئی کی گئی ہے کہ اُمیّین کے اور لوگ بھی آکر ان میں شامل ہو جائیں گے۔ دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اور بھی لوگ ابھی اُمتِ محمدیہؐ کا حصہ بنیں گے۔ ان کے لیے بھی نبی اکرم ﷺ ہی رسول بنا کر بھیجے گئے۔ اور یہ اپنی جگہ حقیقت ہے۔ قرآن مجید بھی کہتا ہے کہ ﴿قُلۡ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعَۨا﴾ (اعراف:158) "(اے نبیؐ آپ ڈنکے کی چوٹ پر) کہہ دیجیے کہ میں پوری نوعِ انسانی کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔" آپؐ کے اپنے الفاظ یہ ہیں کہ ((اِنِّیْ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ خَاصَّۃً وَّاِلَی النَّاسِ کَآفَّۃً)) معلوم ہوا کہ آپؐ کی ایک بعثت خصوصی ہے جو اُمیّین کی طرف ہے۔ آپؐ انہی کی زبان بولتے ہوئے آئے اور ایک بعثت عام ہے جو پوری نوعِ انسانی کے لیے ہے۔ وہ بھی اس کا حصہ بنیں گے۔ چنانچہ بعض احادیث میں آتا ہے کہ اس آیت کے حوالے سے جب حضور ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اس میں کس کا ذکر ہو رہا ہے تو آپؐ نے حضرت سلمان فارسی ؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ اس کی قوم کا تذکرہ ہے۔ اس کی قوم حکمت کی بات اوجِ ثریا پر بھی ہو تو وہاں سے لے آئے گی۔

﴿ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ④﴾

"یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔"

یہ قرآن جو عطا ہوا ہے، اور نبی اکرم ﷺ جن کو معلم قرآن بنا کر مبعوث فرمایا گیا، یہ اللہ کی طرف سے سب سے بڑی فضیلت ہے، جو پہلے اُمیّین کو ملی اور پھر یہ ان کے لیے بھی ہے جو بعد میں آپؐ کی امت میں شامل ہوئے یا ہوں گے۔

اس کے بعد وہ آیت ہے جس میں بے عمل یہودیوں کو گدھے سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ فرمایا:

﴿مَثَلُ الَّذِیۡنَ حُمِّلُوا التَّوۡرٰىۃَ ثُمَّ لَمۡ یَحۡمِلُوۡہَا کَمَثَلِ الۡحِمَارِ یَحۡمِلُ اَسۡفَارًا ؕ﴾

"جن لوگوں (کے سر) پر تورات لدوائی گئی، پھر انہوں نے اس (کے بارِ تعمیل) کو نہ اٹھایا، ان کی مثال گدھے کی سی ہے جس پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوں۔"

اہل کتاب کو یہ بتا دیا گیا کہ تم جس قوم کو اُمّی کہہ رہے تھے اس کو اللہ نے بہت اونچا مقام دے دیا۔ البتہ تمہارا مقام اب اس گدھے کا سا ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہو۔ اپنے آپ کو تم کچھ بھی سمجھو، اب تمہاری حیثیت یہی ہے۔ اگرچہ تمہیں یہ موقع دیا جا رہا ہے کہ اگر اس رسول ﷺ اور آپ کی دعوت پر ایمان لے آؤ تو اللہ کی رحمت تمہارے شامل حال ہو جائے گی۔ افسوس کہ یہودیوں نے اس موقع سے فائدہ نہ اُٹھایا۔

غور کیجیے، اس آیت کا پچھلی آیات کے ساتھ ربط کیا ہے؟ یہ کہ مسلمانو، تم سے پہلے بھی ایک اُمت گزری ہے۔ انہیں بھی رب تعالیٰ نے کتاب (تورات) عطا کی تھی۔ ان کے ہاں بھی اللہ نے ایک رسول موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا، جہاں سے اس اُمت کا آغاز ہوا، بلکہ دو رسول اکٹھے آئے تھے، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام۔ جیسے قرآن مجید کتاب ہدایت ہے، تورات بھی کتاب ہدایت تھی۔ اس میں بھی ہدایت اور روشنی تھی۔ اُس امت کے حوالے سے اب اس اُمت کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ دیکھو، جب انہوں نے اس کتاب کے حقوق کو ادا نہ کیا، اس سے بے پروائی کی روش اختیار کی تو پھر وہ اللہ کی نگاہ سے اس قدر گر گئے کہ کتابیں لدے گدھے کی مثال اُن کے لیے متحقق ہوئی۔ یہود بھی ہماری ہی طرح فخر کرتے تھے کہ ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے، ہم صاحب شریعت ہیں، ہم اہل کتاب ہیں، اور عملی اعتبار سے اُن کا کتاب کے ساتھ کوئی تعلق تھا۔ انہوں نے کتابُ اللہ کو اُٹھا کے پیٹھ پیچھے ڈال دیا تھا۔ اُس سے فائدہ اُٹھانے اور اُس کے مطابق زندگی گزارنے کی بجائے انہوں نے دنیا پرستی اور دولت پرستی کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔ اس روش کی بنا پر اُن کی مثال وہی ہوئی جیسے کسی گدھے پر عالمانہ کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہو، جو اِن سے استفادہ نہیں کر سکتا۔ مسلمانو، دیکھو اللہ نے تمہیں بھی اعلیٰ ترین کتاب عطا کی ہے۔ یہ قرآن مجید ہدایت کا کامل ترین ایڈیشن ہے۔ نوعِ انسانی پر اس سے بڑا اللہ کا کوئی احسان نہیں ہے۔ یہ قرآن اس زمین پر اور اس آسمان کے نیچے سب سے بڑی نعمت ہے۔ سورۂ یونس میں کہا گیا کہ لوگو، تمہیں اس نعمت ملنے پر خوشی منانی چاہیے۔ اب اگر اتنی بڑی نعمت کی تم ناقدری کرو گے، اُس کے حامل ہونے کے تقاضوں

کو پورا نہ کرو گے تو تم پر بھی وہ مثال صادق آئے گی۔

آگے فرمایا:

﴿بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑤﴾

''جو لوگ اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں ان کی مثال بُری ہے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

بنی اسرائیل نے آیاتِ الٰہی کو زبان سے نہیں جھٹلایا۔ وہ تو اپنے اہل کتاب ہونے پر فخر کرتے تھے۔ اور آج تک کرتے ہیں۔ جھٹلایا عمل سے تھا۔ جیسے آج مسلمانوں نے اپنے عمل سے قرآن کو جھٹلا دیا ہے، کہ اس کو پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کے لیے تیار نہیں۔ جو لوگ اتنی بڑی نعمت کی ناقدری کریں، ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دی جاتی۔

اب پھر سابقہ اُمت کے حوالے سے ہی ہمارے لیے ایک اور راہنمائی ہے۔ خطاب خاص طور پر یہودیوں سے کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⑥﴾

''کہہ دو کہ اے یہود! اگر تم کو یہ دعویٰ ہو کہ تم ہی اللہ کے دوست ہو اور لوگ نہیں تو اگر تم سچے ہو تو (ذرا) موت کی آرزو تو کرو۔''

یہود کا دعویٰ یہ تھا کہ ہم اللہ کے بڑے چہیتے اور لاڈلے ہیں، اور جنت تو ہماری میراث ہے، ہمارے ہی لیے ہے۔ آج ہمارا بھی یہ عقیدہ بن گیا ہے۔ آج ہم بھی یہی یہ سمجھتے ہیں۔ یہودیوں کو یہاں ایک ٹیسٹ دیا گیا۔ اگر واقعی تم اپنے اِس دعوے میں سچے ہو کہ تم اللہ کے لاڈلے اور چہیتے ہو اور جنت ہے ہی تمہارے لیے، تو پھر تمہیں موت کی تمنا کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ دنیا تو مصائب کی آماجگاہ اور آزمائشوں کا گھر ہے۔ جب تک زندگی ہے کوئی نہ کوئی غم اور دکھ انسان کو لاحق ہی رہتا ہے۔ جب اِس دنیا کا حال یہ ہے اور تم اس بات میں سچے ہو کہ تم اللہ کے لاڈلے ہو، اور جنت تمہارے ہی لیے ہے تو پھر تمہیں موت کی تمنا کرنی چاہیے، تاکہ اِن مصائب سے چھوٹ سکو۔ لیکن ساتھ ہی قرآن نے کہہ دیا:

﴿وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ⑦﴾

''اور یہ ان (اعمال) کے سبب جو کر چکے ہیں ہرگز اس کی آرزو نہیں کریں گے اور اللہ ظالموں سے خوب واقف ہے۔''

یعنی جو کمائی انہوں نے آگے بھیجی ہے، اُس کے سبب وہ کبھی موت کی آرزو نہیں کریں گے۔ ظاہر ہے، یہ دنیا کے پجاری اور زندگی کے سب سے بڑے حریص ہیں۔ اِن میں سے ہر شخص اس بات کا آرزو مند ہے کہ ہزار برس عمر پائے۔ اس لیے کہ انہوں نے ساری سرمایہ کاری دنیا بنانے کے لیے کی ہے۔ جسم و جان کی ساری توانائیاں اس زندگی کو سنوارنے کے لیے لگائی ہیں، پھر کیونکر یہ اس بات کی آرزو کریں گے کہ اُن کو موت آجائے۔ حُبِّ دنیا ایک ایسا روگ ہے کہ جب قوموں کو لاحق ہو جائے تو پھر اُن میں بزدلی آجاتی ہے۔ بزدلی یہودیوں کی سب سے بڑی کمزوری تھی۔ چنانچہ یہ کبھی کھل کر مسلمانوں کے سامنے نہیں آئے، ہمیشہ درپردہ رہ کر ہی سازشیں کرتے رہے۔ اگر ان کا صحیح معنوں میں آخرت پر یقین ہوتا تو موت سے نہ ڈرتے اور مسلمانوں کے خلاف جہاد و قتال کرتے۔ مگر ان کے لیے جان دے دینا ممکن ہی نہ تھا۔ یہی بزدلی آج امت مسلمہ میں آچکی ہے اور یہ قرآن حکیم کو ترک کر دینے اور دنیا پرستی کو شعار بنانے کا نتیجہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس صورتحال سے پیشگی آگاہ فرما دیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: ''قریب ہے (ایسا زمانہ) کہ (دشمن) قومیں تمہارے خلاف (جنگ کرنے اور تم کو مٹا دینے کے لیے) ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دیں گی جس طرح کھانے والی جماعت کے آدمی کھانے کی لگن (طشت) کی طرف ایک دوسرے کو بلاتے ہیں''...... کسی عرض کرنے والے نے عرض کیا کہ کیا اس دن ہماری تعداد کی قلت کی وجہ سے ایسا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(نہیں) بلکہ تم اس وقت بڑی تعداد میں ہو گے، لیکن تم سیلاب کے کوڑے کرکٹ کی طرح (بے جان اور بے وزن) ہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہاری ہیبت نکال دے گا، اور (اس کے برعکس) تمہارے دلوں میں ''وَھن'' ڈال دے گا'' کسی عرض کرنے والے نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ''وَھن'' کا کیا مطلب؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دنیا کی محبت اور موت کی کراہیت۔'' (سنن ابی داؤد) اگر دیکھا جائے تو موت کا خوف طاری ہی اُس وقت ہوتا ہے جب دنیا ہی مقصود بن جائے۔ اور جب دنیا محبوب بن جاتی ہے تو پھر شریعت کے احکامات کا کوئی پاس لحاظ نہیں رہتا۔ دنیا کی محبت میں انسان حلال و حرام کی حدود کو بھی پار کرنے لگتا ہے۔ ظاہر ہے، جب سوچ یہ ہو گی کہ مجھے دنیا میں دوسروں سے آگے نکلنا ہے تو پھر آخرت کا خیال ہی نہیں آئے گا اور انسان موت کے تصور سے بھی فرار چاہے گا۔ جب ساری کمائی ہی دنیا ہی کے لیے ہو گی تو دل بھی یہیں اٹکا رہے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے مواعظ میں فرمایا تھا کہ یہاں جمع نہ کرو، وہاں جمع کرو جہاں نہ کیڑے کا ڈر ہے، نہ ضائع ہونے کا اندیشہ۔ اور میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جہاں تمہارا مال ہو گا وہاں تمہارا دل ہو گا۔ حدیثِ نبویؐ کا مفہوم ہے کہ زیادہ جائیدادیں نہ بناؤ ورنہ دنیا ہی کے ہو کر رہ جاؤ گے۔

اگلی آیات میں فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑧﴾

''کہہ دو کہ موت جس سے تم گریز کرتے ہو وہ تو تمہارے سامنے آ کر رہے گی۔ پھر تم پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے (اللہ) کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر جو جو کچھ تم کرتے رہے ہو وہ سب تمہیں بتائے گا۔''

اے یہودیو، تم موت سے بہت ڈرتے ہو، اور نہیں چاہتے کہ تم پر موت آئے، بلکہ اس بات کے خواہش مند ہو کہ ہزار برس جیو، لیکن یاد رکھو موت سے کوئی مفر نہیں۔ تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں آدبوچے گی۔ پھر دنیا میں تم نے جو جو حرکتیں کیں، اللہ تمہیں گن گن کر بتا دے گا۔ اس وقت تو تمہیں چھوٹ ہے، جیسے چاہو حق کا راستہ روکو، اپنی زبان سے جو چاہو بکو، لیکن یاد رکھو کہ تمہارا یہ سب کیا دھرا ایک نہ ایک دن تمہارے سامنے رکھ دیا جائے گا۔

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆

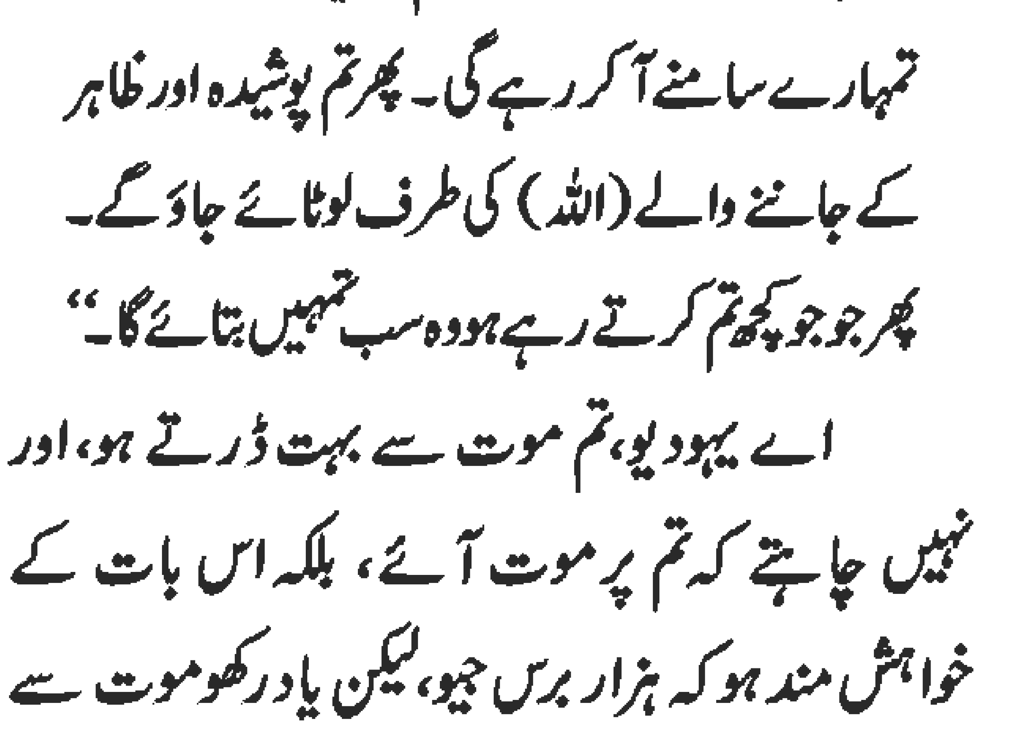

تہذیب حاضر۔ دعوت رجوع الی القرآن

محمد سمیع

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ اَوۡدِیَۃٌۢ بِقَدَرِہَا فَاحۡتَمَلَ السَّیۡلُ زَبَدًا رَّابِیًا ؕ وَ مِمَّا یُوۡقِدُوۡنَ عَلَیۡہِ فِی النَّارِ ابۡتِغَآءَ حِلۡیَۃٍ اَوۡ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثۡلُہٗ ؕ کَذٰلِکَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡحَقَّ وَ الۡبَاطِلَ ۬ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذۡہَبُ جُفَآءً ۚ وَ اَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ ؕ کَذٰلِکَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ ﴿۱۷﴾﴾ (الرعد)

”اسی نے آسمان سے مینہ برسایا۔ پھر اس سے اپنے اپنے اندازے کے مطابق نالے بہہ نکلے۔ پھر نالے پر پھولا ہوا جھاگ آ گیا۔ اور جس چیز کو زیور یا کوئی اور سامان بنانے کے لئے آگ میں تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی جھاگ ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے۔ سو جھاگ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔ اس طرح (اللہ) صحیح اور غلط کی) مثالیں بیان فرماتا ہے (تاکہ تم سمجھو۔)“

اس آیت میں دو مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک وہ بارش ہے جس سے ندی نالوں میں پانی بہنے لگتا ہے۔ لیکن اس کی سطح پر جھاگ رواں رہتا ہے جو پانی کو ڈھک لیتا ہے۔ اور دوسری مثال اس زیور کی ہے جس کو کٹھالی میں ڈال کر تپایا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں اوپری سطح میں جھاگ پیدا ہوتا ہے۔ یہ جھاگ پھولا ہوا ہوتا ہے۔ مگر تھوڑی ہی دیر بعد خشک یا منتشر ہو کر ختم ہو جاتا ہے اور جو اصلی چیز یعنی پانی یا پگھلی ہوئی معدنیات ہوتی ہیں جو لوگوں کے لیے کارآمد ہوتی ہے وہ زمین والوں کے ہاتھ میں باقی رہتی ہے۔ یہی حال حق و باطل کی کشمکش کا ہے۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ بظاہر حق پر باطل غالب نظر آتا ہے لیکن اس کا یہ غلبہ عارضی ہوتا ہے۔ ایام اللہ کے حوالے سے قرآن مجید میں مختلف اقوام کے قصے بیان کئے گئے ہیں۔ بظاہر ان اقوام کا غلبہ نظر آتا ہے اور وہ اپنے نبیوں کی دعوت کو رد کر دیتی ہیں۔ دعوت کو رد کرنے والے بظاہر اکثریت میں ہوتے ہیں لیکن جب ان اقوام پر اتمام حجت ہو چکی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر عذاب کا فیصلہ صادر فرماتا ہے۔ انبیاء اور ان کے متبعین جو بظاہر اقلیت میں نظر آتے ہیں، ان کو بچا لیا جاتا ہے اور پوری قوم کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ آج تہذیب حاضر کا دنیا پر غلبہ نظر آتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ غلبہ کبھی ختم بھی ہوگا۔ آیئے، تہذیب حاضر کے مختلف پہلوؤں اور خود پر ان کے اثرات کا جائزہ لیں اور ان کے اثرات سے نجات کا ذریعہ بھی تلاش کرنے کی کوشش کریں۔

تہذیب حاضر کی بنیاد وحی کی بجائے عقل محض پر ہے، گویا یہ یک چشمی تہذیب ہے۔ اس کی وحی کی آنکھ بند ہے۔ جس طرح یک چشم دجال کے دجل سے بچنا محال ہوگا، اسی طرح تہذیب حاضر کے اثرات سے بچنا بھی بہت مشکل ہے۔ اس لادین تہذیب کے کئی پہلو ہیں۔ چونکہ اس تہذیب کی بنیاد عقل پر ہے، لہٰذا اس تہذیب کے دلدادہ ان باتوں کو تسلیم نہیں کرتے جن کا تعلق وحی سے ہو۔ جو چیزیں ماورائے عقل ہوں، انہیں وہ کیسے تسلیم کر سکتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نظر نہیں آتا، کائنات نظر آتی ہے لہٰذا اللہ کی بجائے کائنات توجہ کا مرکز بن گئی، کیونکہ کائنات آنکھوں کے سامنے ہے۔ روح چونکہ غیر مرئی ہے اور جسم نظر آتا ہے، لہٰذا انہوں نے روح کے وجود سے انکار کر دیا اور اپنی ساری توجہ جسم پر مرکوز کر دی۔ اور آخرت کو کس نے دیکھا ہے۔ کوئی مر کر واپس نہیں آتا۔ لہٰذا آخرت کی جگہ دنیا نے لے لی۔ اس کے نتائج یہ نکلے کہ سیاست سے مذہب کو دیس نکالا دے دیا گیا اور کہا گیا کہ مذہب انسان کا انفرادی معاملہ ہے، اجتماعی معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ عوام طاقت کا سرچشمہ ٹھہرے۔ انہوں نے اپنے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے ہم جنس پرستی کو جائز قرار دے دیا۔ آج بعض مغربی معاشروں میں مرد کی مرد سے اور عورت کی عورت سے شادی کو قانونی تحفظ حاصل ہے۔ معیشت میں سارا زور حصول زر پر رہ گیا۔ دولت آنی چاہئے، چاہے جائز ذرائع سے آئے یا ناجائز ذرائع سے۔ سود، جوا، سٹہ وغیرہ معیشت کی بنیاد قرار پائے۔ معاشرت کو دیکھئے، جہاں جنس پرستی عام ہو جائے وہاں نکاح کا کیا کام۔ لہٰذا نکاح کا ادارہ ہی ختم ہو گیا۔ سنگل پیرنٹ فیملی سسٹم نے جنم لیا۔ باپ کا تو پتہ ہی نہیں ہوتا۔ ماں ہی ماں ہوتی ہے جو ماں بھی ہوتی ہے اور باپ بھی۔ عریانی اور فحاشی آرڈر آف دی ڈے ہو جائے تو یہی کچھ ہوتا ہے۔ ایسے معاشرے میں بوڑھوں کو کیسے برداشت کیا جا سکتا ہے۔ ان کا ٹھکانہ اولڈ ہومز بن گئے۔ سال میں ایک مرتبہ اولاد قہراً و جبراً حاضری لگاتی ہے۔ بوڑھے والدین کے لئے وہ گالا ڈے ہوتا ہے۔

یہ نہ سمجھئے گا کہ تہذیب حاضر کا ہم پر کوئی اثر نہیں۔ اِس نے ہم پر بھی تباہ کن اثرات چھوڑے ہیں۔ ہمارے دستور میں یہ طے ہے کہ قرآن و سنت سے متصادم کوئی قانون سازی نہیں کی جائے گی۔ لیکن سودی لین دین جاری ہے۔ اس بارے میں اللہ اور رسول ﷺ کی جانب سے الٹی میٹم کی بھی ہمیں کوئی پروا نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تہذیب حاضر میں جس طرح اللہ کو حاکم تسلیم نہیں کیا جاتا، اسی طرح ہمارے ہاں قرار داد مقاصد کی موجودگی کے باوجود اللہ کو عملی طور پر حاکم تسلیم نہیں کیا جاتا۔ ہم بھی عوام کو قوت کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں جو ایک کفریہ نعرہ ہے۔ یہ تو صرف ایک مثال ہے۔ ہماری معیشت پر بھی تہذیب حاضر کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔ سود کے ساتھ ساتھ اسٹاک ایکسچینج میں جوا اور سٹہ کا کاروبار بھی جاری ہے۔ ہماری معاشرت میں بے پردگی عام ہے اور اس کے نتیجے میں عریانی و فحاشی کا سیلاب ہے کہ امڈا چلا آ رہا ہے اور حکومت اور میڈیا اس کے فروغ دینے میں مسابقت کرتے نظر آتے ہیں۔ عریانی و فحاشی میں اضافہ کے لئے ہم نے حدود آرڈیننس میں ایسی ترامیم کر دی ہیں جن کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ مغرب میں عورت کے استحصال کے بارے میں ہمارے ہاں خوب پروپیگنڈا کیا جاتا ہے لیکن ہمارے ہاں کیا ہو رہا ہے۔ گینگ ریپ کے واقعات تواتر سے ہو رہے ہیں۔ عورت کو حق وراثت سے محروم کر دیا گیا ہے۔ اہل ثروت اپنی دولت کو بچانے کے لئے عورتوں کی قرآن سے شادی کر دیتے ہیں۔ ہم جنس پرستی کی لعنت کا آغاز بھی ہمارے ہاں ہو چکا ہے۔ ہمارے فلم ایکٹرز اور

ایکٹریس نے ٹی وی انٹرویو میں بڑے فخر کے ساتھ بتاتے ہیں کہ وہ فلاں lesbian club کے ممبر ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

کبھی آپ نے سوچا کہ تہذیب حاضر کے اثرات ہم تک پہنچنے کی وجہ کیا ہے؟ اس کی بنیادی وجہ ہمارے ایمان کی کمزوری ہے۔ اور ہمارا ایمان اس لئے کمزور پڑ چکا ہے کہ ہمارا قرآن سے تعلق کمزور پڑ چکا ہے۔ احساس زیاں تو ہے لیکن محض احساس زیاں سے تو کام نہیں چلتا۔ اس کے لئے تو ہمیں اپنے ایمان میں گہرائی اور گیرائی پیدا کرنی پڑے گی۔ لیکن یہ کام ہو تو کیسے ہو۔ اس کے لئے ہمیں قرآن سے اپنا تعلق مضبوط کرنا پڑے گا۔ قرآن ہی ایمان کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اول تو ہماری عظیم اکثریت قرآن کی تلاوت کے لئے وقت فارغ نہیں کرتی بلکہ قرآن کی درست تلاوت ان کے لئے ایک مسئلہ ہے۔ اگر کچھ لوگ قرآن کی تلاوت کرتے بھی ہیں تو محض حصول وایصال ثواب کے لئے۔ حالانکہ قرآن مجید ایک مکمل ہدایت نامہ ہے، لیکن قرآن سے ہمیں ہدایت اس صورت میں حاصل ہوسکتی ہے کہ ہم قرآن کی زبان عربی سیکھیں۔ مگر ہم اس کے لیے تیار نہیں۔ اگر عربی سیکھتے بھی ہیں تو خلیجی ممالک میں نوکری کے حصول کے لئے۔ زندگی کی دوڑ میں ہم کسی سے کیسے پیچھے رہ سکتے ہیں۔ مادہ پرستی بھی ہمیں تہذیب حاضر سے ہی ورثہ میں ملی ہے۔ جس طرح آخرت اہل مغرب کی نظروں سے اوجھل ہے، ہمارا بھی کم وبیش یہی حال ہے۔ آخرت کا کوئی تصور ہے بھی تو وہ دماغ کے کسی نہاں خانہ میں خوابیدہ ہے۔ قرآن کی زبان سے اس حد تک تو واقفیت ہونی چاہیے کہ ہم قرآن کو اس کی اپنی زبان میں سمجھ سکیں۔ ترجمہ سے وہ مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ آپ ورڈزورتھ کی انگریزی نظم کو اردو میں اور غالب کی کسی غزل کو انگریزی میں پڑھیں گے تو کیا وہ آپ پر مطلوبہ اثر چھوڑیں گی؟ دروس قرآن کی محفلوں میں شرکت کو اپنا معمول بنائیں۔ جن لوگوں نے رجوع الی القرآن کی تحریک شروع کر رکھی ہے، انہوں نے عربی کی تعلیم کا بھی اہتمام کر رکھا ہے اور دروس قرآن کی محفلوں کا بھی انعقاد کرتے رہتے ہیں۔ ان سے بھرپور استفادہ کیجئے۔ قرآن کے احکام کو سمجھیں گے تو ان پر عمل بھی کریں گے اور قرآن کے اجتماعی احکام کو نافذ کرنے کا جذبہ بھی آپ کے دل میں پیدا ہوگا۔ یاد رکھیں، قرآن پر انفرادی اور اجتماعی سطح پر عمل ہی کے نتیجے میں آپ تہذیب حاضر کے اثرات سے محفوظ رہ سکیں گے۔ تہذیب حاضر کے جھاگ سے مرعوب ہونے کی بجائے دین حق کے غلبے کی فکر کیجئے۔ دین غالب ہونے کے لئے آیا ہے اور غالب ہو کر رہے گا، ان شاء اللہ۔ اس کے لئے سورۃ الکہف میں وارد اس حقیقت کو ہر دم پیش نظر رکھنا پڑے گا کہ ہمیں قرآن کے علاوہ کہیں جائے پناہ نہیں مل سکتی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

تذکیر و موعظت

کیا اب بھی وقت نہیں آیا؟

اہلیہ انصار احمد

پاکستان آج کل خوفناک گرداب میں پھنسا ہوا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا فتنہ پاکستان کو گھیرے میں لے لیتا ہے۔ ایک مشکل سے سنبھل بھی نہیں پاتے، حواس بحال بھی نہ ہو پاتے کہ دوسری اس سے بھی بڑی مصیبت سر پر آ موجود ہوتی ہے۔ آج ہم نبی کریم ﷺ کی اس حدیث کو گویا اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں کہ جس میں آپؐ نے فرمایا تھا کہ ایک وقت تم پر ایسا (بھی) آئے گا کہ فتنے تم پر اس طرح برسیں گے کہ جیسے ''تسبیح'' کے ٹوٹنے سے تسبیح کے دانے گرتے ہیں، یا ایک اور حدیث کے مطابق ''بارش کے قطروں'' کی مانند۔ (الامان و الحفیظ)۔ کبھی توہین رسالت کے ذریعے ہمارے دلوں کو تڑپایا جاتا ہے۔ کبھی دہشت گردی کا الزام لگایا جاتا ہے۔ ''ڈرون حملے'' تو اب روز کا معمول ہیں اور ہماری خودمختاری اور عزت ووقار پر کھلا حملہ ہیں۔ اس کے علاوہ خودکش حملے، لسانی فسادات، ٹارگٹ کلنگ، روڈ کرائمز، کرپشن اور مہنگائی کا سیلاب (جس نے عام آدمی کا ''جینا'' بھی عذاب بنا دیا) (نعوذ باللہ) قرآن جلاؤ کی ایک انتہائی دل آزار تحریک (اللہ ایسا کرنے اور چاہنے والوں پر لعنت کرے) اس پر مستزاد امریکہ و بھارت کے بعد اب افغانستان اور برطانیہ کی طرف سے بھی الزامات، دھمکیاں، ڈومور کا ذلت آمیز مطالبہ اور دباؤ۔ لوڈشیڈنگ نے بھی ہماری جان عذاب میں ڈال رکھی ہیں۔ لوگوں کے لئے جسم و جان کا رشتہ قائم رکھنا مشکل ہوتا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے جرائم میں بے تحاشا اضافہ ہو رہا ہے۔ اس پر ہی بس نہیں بلکہ ایک سازش کے تحت قادیانی معبد پر اور پھر داتا دربار پر حملہ کروایا گیا، تاکہ ایک طرف فرقہ وارانہ فسادات کی آگ بھڑکائی جائے اور دوسری طرف قادیانیوں کو مظلوم بنایا جائے، تاکہ ''توہین رسالت'' اور ''پاسپورٹ میں موجود مذہب کا اندراج'' ختم کروا کر ان کو کھل کھیلنے اور مسلمانوں کے رہے سہے ایمان کو لوٹنے کی آزادی مل جائے۔ غرض کہ یہ تو وہ بڑے بڑے فتنے ہیں جو ''پے در پے'' اس قوم پر ایسے برس رہے ہیں کہ ایک سے سنبھل بھی نہیں پاتے کہ دوسرا فتنہ سر پر برس پڑتا ہے۔

آہ! پانی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت جس کے لئے دعائیں کی گئیں، برسوں سے پانی پانی پکارتی ہوئی اس قوم کو پانی بھی ملا تو وہ بھی عذاب بن گیا۔ قوم کو بدترین سیلاب کا سامنا کرنا پڑا۔ سیکڑوں دیہات زیرِ آب آگئے۔ مکان اپنے مکین سمیت پانی میں غرق ہوگئے اور جو بچ گئے، ان کی حالت دیکھی نہیں جاتی، نہ سر پر چھت، نہ کھانے کے لئے روٹی، نہ بیماروں کے لئے کوئی علاج کی سہولت اور سب سے بڑھ کر ان پر اپنے پیاروں سے بچھڑنے کا عذاب، اس پر ہی بس نہیں بلکہ کراچی جیسے بین الاقوامی صنعتی شہر میں لاقانونیت کا راج ہے۔ روزانہ کئی گھروں کے چراغ گل ہو جاتے ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ کسی کا باپ مر گیا اور کسی کا سہاگ اجڑ گیا اور کسی ماں کے لعل اور کسی باپ کا سہارا چھن گیا۔ اس ٹارگٹ کلنگ نے ان خاندانوں پر کیسی قیامت ڈھائی ہوگی، کاش! قاتلوں کو اس کا احساس ہو جائے۔ ان پے در پے آفتوں کو دیکھ کر نہ جانے کیوں مجھے قومِ فرعون کو دی جانے والی وہ ''نو'' نشانیاں یاد آ رہی ہیں، جو اللہ نے اس قوم کو سمجھانے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے

بھیجیں، کہ سنبھل جاؤ، اب بھی وقت ہے ورنہ ''عبرت'' کا نمونہ بنا دیئے جاؤ گے اور اللہ کی پکڑ سے تمہیں بچانے والا کوئی نہ ہوگا، مگر وہ قوم نہ سمجھی، نتیجہ یہ ہوا کہ بالآخر اللہ کے غضب کی مستحق ٹھہری۔

'اے میرے مسلمان بھائیو! کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ ہمارے دل اللہ کے خوف سے لرز جائیں، اس کے آگے جھک جائیں، اس کے سامنے روئیں، گڑگڑائیں، اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، سچے دل سے توبہ کر کے اسے منائیں اور اپنے اعمال درست کریں، عریانی وفحاشی و بے حیائی اور حرام خوری سے توبہ کریں، اور اپنے نفس کو معبود بنانے کے بجائے، صرف اور صرف ''اللہ بزرگ و برتر'' کو اپنا معبود بنائیں، دنیا کی ہوس ختم کر کے آخرت کو مطمح نظر بنائیں، اور اپنے اندر دین کی خاطر مر مٹنے کا جذبہ پیدا کریں اور اللہ کی رضا کو اپنی زندگی کا مقصد بنائیں۔ اگر اب بھی وہ وقت نہیں آیا تو پھر وہ وقت کب آئے گا۔ کیا ہم اس سے بھی بڑے کسی عذاب کے منتظر ہیں؟ کیا ہم یہ چاہتے ہیں کہ مزید کوڑے ہماری پیٹھوں پہ برسیں؟ کیا ہم میں ابھی سکت ہے کہ ہم پر مزید مصیبتیں نازل ہوں؟ یا پھر ہم یہ چاہتے ہیں کہ فیصلہ ہی چکا دیا جائے، قصہ ہی ختم کر دیا جائے۔ صرف ایک لفظ، صرف اور صرف ایک لفظ ''کُن'' فرما دیا جائے اور سب کچھ ختم ہو جائے۔ مگر کیا واقعی ''سب کچھ'' ختم ہو جائے گا؟ کیا تمام معاملات نمٹ جائیں گے؟ کیا ہم تمام تکالیف سے نجات پا جائیں گے؟ ''مرنے کے بعد''۔ ذرا سوچئے!

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

ذرا سوچئے! مرنے کے بعد کیا ہوگا۔ آخرت میں ہمارے ساتھ کیا ہوگا، ہم اللہ کو کیا جواب دیں گے۔ کیا ہم کامیاب ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کا سکھ چین حاصل کر لیں گے یا! ہمارا انجام ''بھڑکتی ہوئی آگ'' ہوگا۔ (اللہ تعالیٰ! ہم سب کو اس انجام بد سے محفوظ فرمائے)

اے میرے مسلمان بھائیو! ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم ان مصیبتوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے کیا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اگر ہم بنظر غائر ان تمام مسائل کا جائزہ لیں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ ان تمام مسائل کی جڑ غلط نظام اور نااہل حکمران ہیں۔ اور یہ ہماری شامت اعمال ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((اعمالکم عمالکم)) یعنی ''جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے ہی تمہارے حکمران ہوں گے''۔ اس لیے ہم سب کو ذاتی طور پر اپنے اعمال کا جائزہ لینے اور اِن کی اصلاح کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور تمام منکرات سے بچ کر اپنی زندگی کا مقصد اللہ کی رضا، آخرت کی کامیابی اور دین اسلام کی سربلندی کو بنانا چاہیے۔ اگر ہم سچی توبہ کر کے اسلام کو اختیار کر لیں اور اس کی اقامت کی جدوجہد کا آغاز کر لیں تو ہمارے حالات ضرور بدلیں گے۔ ان شاء اللہ

یا اللہ! ہم پر رحم فرما، ہمیں معاف فرما اور ہمیں سچی توبہ اور اصلاح کی توفیق عطا فرما۔ یا ارحم الرحمین! ہم پر سے اپنے عذاب کو ٹال دیجیے اور ہمیں مومن اور مجاہد قیادت عطا فرما، اپنی نصرت کے ساتھ اور ہمیں دنیا و آخرت کی کامیابی عطا فرما۔ یارحمٰن، یا رحیم! ہم سے راضی ہو جا اور ہم کو اپنے رحمت کے دامن میں پناہ عطا فرما اور دشمن کے مقابلے میں ہمارے لئے کافی ہو جا۔

(آمین یارب العالمین)

بقیہ: کیا مغربی سماج انتہا پسندی......

ہمیں اس امر کا اعتراف ہے کہ ان میں سے بعض واقعات کے خلاف مغربی دانشوروں، بعض سیاستدانوں اور بہت سے مذہبی رہنماؤں نے آواز اٹھائی ہے۔ اُن کا یہ طرزِ عمل لائق ستائش اور قابل قدر ہے۔ انہی بیدار ضمیر انسانوں کے وجود سے امید کی ایک کرن ابھرتی ہے لیکن یہ سوال اپنی جگہ باقی ہے کہ کیا شدت پسندوں کی ہیجان انگیز روش کے مقابلے میں ان دردمندوں کی آواز کب تک اور کس قدر تاثیر آور رہے گی۔ انتہا پسندی کے بڑھتے ہوئے شور اور ہنگامے میں کہیں ان کی صدا نقار خانے میں طوطی کی آواز بن کر نہ رہ جائے۔

فرض کیجیے کہ مغرب کے چند ملین مسلمانوں کو ڈرا دھمکا کر، قانون اور پولیس کے ذریعے یا سماجی دباؤ سے بعض چیزوں پر قائل اور مائل کر بھی لیا جائے تو مزاجوں کی یہ تشدد پسندی معاشرے میں کیا رس گھولے گی۔ کیا یہ دیگر مختلف طبقات میں نفرت، عداوت اور معرکہ آرائی کی صورت میں ظہور نہ کرے گی؟ اس سے آخر کار مغرب کے سماج پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟ ہم بڑی دردمندی سے مغرب کے اہل حل وعقد سے عرض کریں گے کہ

﴿فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ﴾ (التکویر:26)

''پس تم کدھر کو جاتے ہو؟''

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر لڑکی، عمر 25 سال، تعلیم ایم اے اسلامیات، ادارہ الہدیٰ سے ترجمہ وتفسیر کورس کر رکھا ہے، امور خانہ داری میں ماہر کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-7000070

☆ لڑکی۔ عمر 25 سال، تعلیم ایم کام، گریژن کالج میں ملازمت قد "5'4 کے لیے دینی مزاج کے حامل نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 042-35954421

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کی لڑکی، عمر 23 سال کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0323-5025573

☆ پشاور کی رہائشی لڑکی، عمر 30 سال، تعلیم مڈل، ترجمہ وتفسیر قرآن پڑھی ہوئی، صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل ہم پلہ رشتہ درکار ہے۔ والدین رابطہ کریں۔ برائے رابطہ: 0312-9102402

☆ لاہور میں رہائش پذیر انصاری فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 30 سال، تعلیم بی اے کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ:

042-36500577، 0345-4009699

☆ راولپنڈی کی رہائشی لڑکی، عمر 31 سال، تعلیم ایم بی اے، آئی ٹی، آئی سی ایم اے ذات راجپوت کے لیے شریف گھرانے سے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 051-4438310

☆ لاہور میں رہائش پذیر اعوان فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 19 سال، دینی تعلیم اور بی اے کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ دینی گھرانے کو ترجیح دی جائے گی۔ والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0321-4539613

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 28 سال، تعلیم ایم ایس سی (مطلقہ) کے لیے موزوں رشتہ درکار ہے۔ صرف سنجیدہ والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0334-4145370

☆ جٹ فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 28 سال، تعلیم ایم ایس سی ایس، سافٹ ویئر انجینئر، برسر روزگار کے لیے دینی مزاج کی حامل، صوم وصلوٰۃ کی پابند ہم پلہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ:

0321-4388195 / 0341-6399266

☆☆☆

کیا مغربی سماج انتہا پسندی کی لہر کی گرفت میں ہے؟

ثاقب اکبر

انسان مشرق کا ہو یا مغرب کا، اس کا زوال اور پس ماندگی ساری انسانیت کے لیے تشویش ناک ہے۔ اگر عروجِ آدمِ خاکی سارے انسانوں کے لیے مایۂ افتخار ہے تو زوالِ بشر بھی سب انسانوں کے لیے باعثِ رنج ہونا چاہیے۔

مشرق کے زوال پر تو بڑے نوحے لکھے جا چکے اور حکمائے بشر نے اس کی نجات کے لیے فکر انگیز نسخے تجویز کیے ہیں لیکن اہل مغرب کو اپنی خرد فروزی اور دانش مندی پر گزشتہ دو صدیوں سے بڑا ناز ہے۔ مغرب میں انسانی فکر کی آزادی اور فکر کے ارتقا نے جو جلوے دکھائے ہیں ان کے خیرہ کن ہونے کا کوئی بینا شخص انکار نہیں کر سکتا۔ مغرب کے دانش مندوں نے کلیسا کے استبداد کا جس جرأت مندی سے مقابلہ کیا اُسے آج تک آزاد منش انسان خراج تحسین پیش کر رہے ہیں۔ حریت فکر اور حقوق انسانی کے بلند بانگ آوازے میں اُن کا بڑا حصہ ہے۔ قانونی اور آئینی حکومتوں کے قیام و ارتقا میں اُن کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ کائنات کے رازوں اور خزانوں کی دریافت میں اُن کا بڑا کردار ہے۔ علوم طبیعی و انسانی کے حیرت انگیز فروغ کا کارنامہ اِن صدیوں میں اُن کے نام ہے۔

البتہ کلیسا کے استبداد کے خلاف ''ردّ عمل'' میں کچھ منفی پہلو بھی موجود تھے اور ''ردّ عمل'' کے مزاج میں یہ بات شامل ہے۔ مشرق و مغرب کے کئی فلسفی مغربی تہذیب کی بنیادوں میں کارفرما معرفتِ کائنات کے نقائص کی طرف متوجہ کرتے چلے آئے ہیں اور ان کی پیش گوئیوں کے مطابق یہ تہذیب رفتہ رفتہ اپنے انجام کی طرف بڑھ رہی ہے۔ تاہم آج بھی حکم فرما قوتوں کے اجتماعی شعور میں مثبت تبدیلیاں پیدا کر کے تباہی کو روکا جا سکتا ہے یا ٹالا جا سکتا ہے۔ اسی جذبے کے تحت ہم اس امر کی نشاندہی مناسب سمجھتے ہیں کہ ہماری رائے میں مغربی سماج رفتہ رفتہ انتہا پسندی کی خطرناک لہر کی گرفت میں جا رہا ہے۔

سیکولرزم کا مغربی تصور ابتدا میں کلیسا کے استبداد کے خلاف انسانی وجدان کی آواز کے طور پر مشخص ہوا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کسی انسان یا انسانی گروہ کو زبردستی اپنی عقاید یا نظریات کسی فرد یا معاشرے پر مسلط کرنے کا حق نہیں، کیونکہ کلیسا کے اہل حل و عقد خدا، انسان، کائنات، زمین، تاریخ، افراد گویا ہر چیز کے بارے میں اپنے افکار ''ناگزیر اور غیر متبدل مذہبی عقاید'' کے نام پر مسلط کیے ہوئے تھے اور انھیں دلیل و شاہد کی بنیاد پر بھی نہ ماننے والوں پر وہ ظلم روا رکھتے اور شکنجوں میں کستے۔ کلیسا کے استبداد کی یہ تاریخ بڑی وحشت ناک اور غم انگیز ہے۔ اس کے خلاف مغرب کے آزاد اندیش انسانوں نے ہر فرد بشر کو کوئی بھی نظریہ یا عقیدہ اختیار کرنے میں آزاد ہونے کا حق دیا۔ ان کی رائے تھی کہ انسان لباس، زبان، مذہب، رائے، شادی وغیرہ میں آزاد ہے۔ حکومت کو اس آزادی کا نگہبان ہونا چاہیے۔ حکومت کے افراد جو مرضی رائے اور عقیدہ رکھیں لیکن حکومت کا کوئی ایسا عقیدہ نہ ہو جسے وہ زبردستی عوام پر مسلط کرے۔ اسی کو سیکولرازم کہتے تھے۔ ہماری رائے میں مغرب میں رفتہ رفتہ ''سیکولرازم'' کو ''مذہب'' بنایا جا رہا ہے اور سیکولرازم کے جن ''مظاہر'' پر حکمران طبقے کا ''ایمان'' ہے، اُنھیں زبردستی اُسی طرح معاشرے پر نافذ کر رہا ہے، جس طرح کبھی کلیسا اپنے تصورات اور مظاہر دین کو زبردستی نافذ کرتا تھا۔ اس کی ایک مثال پردے اور حجاب کے خلاف مغرب میں جاری ''جہاد'' ہے۔

سیکولرازم کے بنیادی اور سادہ تصور کے مطابق تو ہونا یہ چاہیے تھا کہ مغرب میں موجود ہر خاتون کو آزادی ہوتی۔ جو خاتون حجاب اختیار نہیں کرتی اُسے زبردستی حجاب کا پابند نہ بنایا جاتا اور جو خاتون حجاب کو اختیار کرنا چاہتی اُسے زبردستی بے حجاب نہ کیا جاتا یعنی کسی کا طرز عمل زبردستی دوسرے پر نہ ٹھونسا جاتا لیکن ہو کیا رہا ہے؟ بالکل سیکولرازم کی روح کے منافی۔ مغرب میں حکمران طبقے میں موجود متشدد عناصر کے نزدیک بے پردگی اور بے حجابی سیکولرازم کا مظہر اور قدر (Value) ہے جبکہ حجاب اس کے خلاف ہے۔ لہٰذا جو عورت اسے اختیار کرتی ہے اُس کے خلاف ایسی قانون سازی کی جائے اور ایسی فضا بنائی جائے کہ ہماری اصطلاح میں اُس کا حقہ پانی بند کر دیا جائے، یہاں تک کہ وہ مجبور ہو کر حجاب اتار دے۔ اس صورت حال کو وحشت ناک ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

مغرب کی مختلف حکومتیں اس سلسلے میں قانون سازی کر چکی ہیں۔ مختلف اداروں نے اپنے طور پر اس کے بارے میں ضوابط اور قوانین بنا لیے ہیں۔ یورپی پارلیمان بھی کسی سے پیچھے نہیں ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے چند عورتوں کا حجاب، جن کی تعداد مغرب میں 0.5 فیصد بھی نہیں ہے، مغربی معاشرے کی ترقی اور سلامتی کے راستے میں رکاوٹ بن گیا ہے۔ حجاب کے خلاف عوامی جذبات اس قدر برانگیختہ کیے جا چکے ہیں کہ جرمنی میں مصر کی ایک خاتون مروہ الشربینی کو بھری عدالت میں ایک جنونی نے فقط حجاب کی وجہ سے قتل کر ڈالا جس نے ''شہیدۂ حجاب'' کے نام سے شہرت حاصل کی۔

معاملہ حجاب کی مخالفت پر ہی نہیں رُک گیا۔ سویٹزرلینڈ میں مساجد کے میناروں کے خلاف برپا کی جانے والی تحریک اور مغرب میں مساجد کے قیام میں پیدا کی جانے والی نفرت انگیز رکاوٹیں، مسلمانوں کے مسلسل احتجاج کے باوجود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے توہین آمیز کارٹونوں کی کثرت اور پھر سر عام اعلانات کے بعد قرآن مجید کو جلانے کے واقعات سب مغربی معاشرے میں عدم رواداری، عدم برداشت، انتہا پسندی اور شدت پرستی کی بڑھتی اور امنڈتی ہوئی لہر کی غمازی کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ مغرب میں آزادی، جمہوریت، انسانی حقوق کا مثبت تصور سب کچھ خطرے میں ہے۔

(باقی صفحہ 8 پر)

بھارت کے ساتھ امن مذاکرات میں احتیاط کی ضرورت ہے

ضمیر اختر خان

مملکت خداداد پاکستان کے وجود میں آنے کے اسباب سے جو لوگ واقف نہیں ہیں وہ آج کل بڑی مستعدی اور شدومد سے بھارت کے ساتھ امن کی باتیں کرتے ہیں۔ گزشتہ چند سالوں میں اس حوالے سے کچھ زیادہ ہی تیزی آ گئی ہے۔ پاکستان میں ایک بہت بڑی صحافتی صنعت سے وابستہ حضرات وخواتین اس میں پیش پیش ہیں۔ بظاہر یہ پرکشش کوشش ہے، کیونکہ امن انسان کی زندگی میں سکون کا ذریعہ ہے اور کوئی بھی انسان، اگر وہ عقل سے عاری نہ ہو، امن کا مخالف نہیں ہوسکتا۔ مگر اس کے پس پردہ محرکات خطرناک ہیں۔

جو لوگ بھارت کی تاریخ سے آگاہ ہیں انہیں معلوم ہے کہ بھارت ایک سمندر کی مانند ہے، جس میں جو داخل ہوا وہ ڈوب گیا۔ ماضی میں مسلمانوں کی آمد سے قبل کتنی ہی قوموں نے یہاں کا رخ کیا لیکن کوئی بھی قوم اپنی شناخت برقرار نہ رکھ سکی۔ سب ہندو تہذیب میں ضم ہوگئیں۔ البتہ مسلمانوں کا معاملہ مختلف رہا۔ مسلمان چاہے باہر سے آئے ہوں یا مقامی لوگوں میں سے جن کو اللہ نے دولت ایمان سے نوازا، وہ سب اسلام کی برکت سے اپنا جداگانہ تشخص برقرار رکھنے میں کامیاب رہے۔ اگرچہ جہالت کی وجہ سے بعض ہندوانہ رسومات مسلمانوں میں در آئیں، مگر مجموعی طور پر مسلمانوں نے اپنی شناخت قائم رکھی۔ جس کا مشاہدہ عام لوگوں کو بھی ہوتا تھا۔ چراغ حسن حسرت نے اپنی تصنیف ''کشمیر'' میں اس کا تذکرہ کیا ہے کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان اس طرح تمیز ہوجاتی تھی کہ مسلمان اپنی ناک بائیں ہاتھ سے صاف کرتے تھے جبکہ یہی کام ہندو دائیں ہاتھ سے کرتے تھے۔

ہندوؤں کو مسلمانوں کی جداگانہ شناخت کھلتی بھی تھی مگر مسلمانوں کے غلبے کی وجہ سے کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ لہٰذا جب تک مسلمان برعظیم پاک وہند میں برسراقتدار رہے تب تک ہندوؤں کا تعصب ظاہر نہیں ہوا، لیکن جب انگریزوں نے تجارت کے بہانے ہندوستان کا رخ کیا اور سازش کے تحت یہاں قابض ہونا شروع ہوئے تو مسلمان مغلوب ہو گئے، تب ہندو ذہنیت کھل کر سامنے آئی اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف اپنی اصلیت کا مظاہرہ کرنا شروع کیا۔ انگریزوں نے چونکہ مسلمانوں سے اقتدار چھینا تھا، اس لیے وہ انہیں ہر طرح سے دبا کر رکھنا چاہتے تھے۔ اس کے لیے انہوں نے ہندوؤں کی خدمات بھی حاصل کیں۔ ادھر ہندوؤں کو بھی مسلمانوں سے اپنے دور محکومی کا بدلہ لینے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے خبث باطن کا ہر جگہ اظہار کیا۔ اب مجموعی طور پر ہندوستان کی فضا مسلمان مخالف بن گئی تھی۔ انگریز کی غلامی کے ساتھ ساتھ ہندو تعصب بھی اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ اس دوھری غلامی کے دور میں مسلمانوں کا جینا دوبھر ہوگیا۔ ان کا اسلامی تشخص سب سے زیادہ قابل اعتراض تھا۔ جبکہ مسلمان کے لیے اپنے دین کے مطابق زندگی گزارنا ہی عین مقصد زندگی ہے۔ اگر مسلمان اپنے دین کے حوالے سے مصالحت کرتے تو ہندو ہمیں برداشت کر لیتے۔ ان کا سب سے بڑا اعتراض ہی یہ تھا کہ ہندوستان میں رہ کر اسلام کا دعویٰ انہیں ہرگز گوارا نہیں۔ شدھی کی تحریک کا مقصد مسلمانوں کو اسلام سے باز رکھنا تھا۔

مسلمان زعماء نے اس غلامی سے نجات کی تدبیریں سوچیں۔ اس حوالے دو آراء سامنے آئیں۔ ایک علیحدہ وطن کے قیام کی ضرورت اور اس کے لیے جدوجہد کا طریقہ کار اور دوسری ہندستان میں رہتے ہوئے پہلے انگریز سے گلوخلاصی حاصل کی جائے اور پھر ہندوؤں کے ساتھ معاملہ کیا جائے۔ یہ دونوں آراء اخلاص پر مبنی تھیں، مگر علیحدہ وطن کے موقف کو زیادہ پذیرائی ملی۔ جن زعمائے ملت کا یہ خیال تھا کہ پہلے انگریز سے نپٹا جائے، ان میں نمایاں ہستی مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تھے۔ علیحدہ وطن کے حامیوں میں سرفہرست علامہ اقبال اور محمد علی جناح (قائداعظم) تھے۔ ان کی پشت پناہی کرنے والوں میں علماء کے طبقے سے مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ مولانا شبیر احمد عثمانی ومولانا ظفر احمد عثانی رحمہما اللہ تھے۔ ان علمائے کرام کی تحریک پاکستان میں شمولیت کے باعث آزادی اور حصول وطن کا مقصد بھی متعین ہوگیا۔ علامہ اقبال تو خود بھی اپنے خطبۂ الہ آباد میں اس کا اظہار کر چکے تھے کہ مسلمانوں کو علیحدہ وطن اس لیے چاہیے تاکہ وہ آزادی سے اپنے دین کے مطابق زندگی بسر کرسکیں اور دور ملوکیت میں اسلام کے رخ روشن پر جو پردے پڑ گئے تھے ان کو ہٹا کر دنیا کو اسلام کا حقیقی چہرہ دکھایا جاسکے۔ البتہ قائداعظم کا اسلام کے بارے میں جو موقف بنا وہ ان محترم علمائے کرام کی صحبت کا نتیجہ تھا، جس کا ذکر منشی عبدالرحمٰن مرحوم ومغفور نے کیا ہے۔ تحریک پاکستان کا اساسی نعرہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لاالہ الا اللہ، تمام مسلمانوں کے دلوں کی آواز بنا اور بالآخر پاکستان بن گیا اور ہندوؤں کی مخالفت کے علی الرغم بن گیا۔

بھارت نے روز اول سے پاکستان کو دل سے کو قبول نہیں کیا۔ وہ اس فکر میں ہے کہ پاکستان کو ہندستان میں ضم کر لیا جائے۔ اس کے لیے وہ ہر حربہ اختیار کر رہا ہے۔ امن کی آشا کا ڈھونگ اسی لیے رچایا جارہا ہے۔ ایسے میں قوم کو ہشیار اور محتاط ہونے کی ضرورت ہے۔ ہمارا ہندوستان سے جھگڑا یہ ہے کہ اسے ہمارا اسلامی وجود برداشت نہیں ہے۔ ایسے میں ہمارا درست موقف یہ ہونا چاہیے کہ جب تک ہندو مسلمان نہیں ہوجاتے، ہم ان سے اخلاص پر مبنی صلح نہیں کرسکتے۔ ہاں وقتی مصلحت کے تحت صلح ہوسکتی ہے، لیکن چونکہ اپنے اپنے مفادات ہوتے ہیں، لہٰذا اس میں خلوص نہیں ہوسکتا۔ ہم پاکستانی اگر واقعی ہندوؤں کے ساتھ مخلص ہیں تو پھر ہمیں انہیں اسلام کی دعوت دینی چاہیے، تاکہ ان کے ساتھ خیرخواہی کا حق ادا ہوجائے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ ایک وقت آئے گا کہ ہندوؤں کی اونچی ذات کے لوگ اسلام قبول کرلیں گے۔ ہندوستان سے مذاکرات کے خواہش مند لوگوں کو شاہ صاحب کی اس خوش خبری کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔ اللہ توفیق دے۔ (آمین)

صداقت اور عقل کے بیج بو دو

میکسم گورکی

انتخاب و ترتیب: قاضی عبدالقادر

زیر نظر صفحات میں ناول 'ماں' کے منتخب اقتباسات پیش کیے جا رہے ہیں، جن سے معلوم ہوگا کہ ایک انقلابی کے شب و روز کیسے گزرتے ہیں اور اُس کی اپنے مشن کے ساتھ وابستگی کا کیا عالم ہوتا ہے۔ اشاعت سے مقصود یہ ہے کہ اسلامی انقلاب کی پاکیزہ جدوجہد میں دینی تحریکوں کے کارکن بھی اس سے تحریک پائیں، خود احتسابی کے جذبہ کے تحت اپنا جائزہ لیں اور مشعلوں کو تیز کریں۔ (ادارہ)

رہن سہن کا طریقہ

''ان ہی رئیسوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو عام لوگوں کی خاطر موت کے منہ میں جاتے ہیں'' ماں نے کچھ مانوس چہروں کا تصور کرتے ہوئے کہا ''اپنی ساری زندگی جیل میں کاٹ دیتے ہیں''۔

''ان کی تو الگ بات ہے'' ربین نے جواب دیا۔ ''کسان بھی امیر ہو جاتا ہے۔ رؤسا کے برابر پہنچ جاتا ہے۔ رؤسا غریب ہو جاتے ہیں۔ کسانوں کی سی حالت ہو جاتی ہے۔ ہاتھ اچھا تو کام سچا۔ یاد ہے نا مجھے تم نے کس طرح سمجھایا تھا۔ پاول: ''انسان کے رہن سہن کے طریقہ ہی پر اس کے خیالات کا دارومدار ہوتا ہے؟ بات دراصل یہی ہے۔''

نوجوان دِل

وہ اپنے بیٹے پر یقیناً نازاں تھی۔ اس کے لیے فخر محسوس کر رہی تھی، گو وہ خود اپنے احساسات کو اچھی طرح نہیں سمجھ رہی تھی۔ مگر ماں نے اس کو خوب سمجھ لیا اور ایک مہربان مسکراہٹ کے ساتھ پُرخلوص لہجے میں جواب دیا: ''نوجوان دِل ہمیشہ سچائی کو پکڑنے میں زیادہ تیز ہوتے ہیں۔''

خودداری

ماں نے سرد آہ بھری، خدا تجھے خوشی سے مالا مال کرے آندریوشا!'' اس نے بڑے خلوص سے کہا۔ خوخول ساوار کے پاس چلا گیا اور پھر اس کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا۔ ''اگر مجھے ذرا سی خواہش پیش کی جائے تو میں اس سے انکار نہیں کروں گا'' وہ بڑبڑایا۔ ''لیکن اس کے لیے بھیک کبھی نہ مانگوں گا۔''

ذلیل کون؟

پولیس افسر نے اپنی سیدھی آنکھ بند کی۔ پھر اس نے اپنے چھوٹے چھوٹے دانت دکھاتے ہوئے کہا: ''تم ان ذلیل لوگوں کو جانتے ہو جو کارخانے میں مجرمانہ پرچے تقسیم کر رہے ہیں؟''۔ خوخول حقارت سے ہنسا، انگوٹھوں کے بل کھڑا ہو گیا اور جواب دینے ہی والا تھا کہ نکولائی کی آواز ایک بار پھر گونجی: ''ذلیل لوگوں کو تو ہم آج پہلی بار دیکھ رہے ہیں'' —— گہری خاموشی چھا گئی۔ ایک لمحے کے لیے کوئی ایک لفظ بھی نہ بولا —— ''اس کتے کو یہاں سے لے جاؤ۔'' تھوڑی دیر کے بعد افسر نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا۔

بہت خوب!

(نکولائی کو گرفتار کرنے کے لیے پولیس آ رہی تھی کہ اُس نے ماں اور ساشا کو جلدی سے گھر کے باہر بھیج دیا) سڑک پر پہنچنے کے بعد ساشا نے دھیرے سے کہا: ''اگر یہ شخص کبھی مرنے بھی جائے گا تو بالکل اسی سادہ طریقے سے اور اسی جلد بازی سے۔ اور جب موت اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھے گی تو اپنا چشمہ ٹھیک کرتے ہوئے کہے گا: بہت خوب! اور مر جائے گا۔

آنسو

''اس پر دستخط کرو!'' پولیس افسر نے کاغذ میز پر پھینکتے ہوئے کہا۔ ماں نے ان لوگوں کو دستخط کرتے ہوئے دیکھا تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اس کا دِل بیٹھنے لگا اور بے انصافی کے احساس اور مجبوری و بیچارگی سے اس کی آنکھوں میں آنسو اُمنڈ آئے۔ اس نے اپنی شادی شدہ زندگی کے بیس سال تک اسی قسم کے آنسو بہائے تھے لیکن گزشتہ چند برسوں میں وہ ایسے آنسوؤں کی تیز چبھن کو تقریباً بھول سی گئی تھی۔ افسر نے اس کی طرف دیکھا اور مصنوعی مسکراہٹ سے کہا: ''ابھی اپنے آنسوؤں کو اُٹھا رکھو، اے عورت، ورنہ آئندہ کے استعمال کے لیے باقی نہیں رہیں گے'' —— اس کے دل میں غصہ کی دوسری لہر اُمنڈنے لگی —— ''ماں کے پاس ہمیشہ ہر چیز کے لیے کافی آنسو ہوتے ہیں۔ ہر چیز کے لیے —— اگر تمہاری کوئی ماں ہے تو وہ بھی یہ بات ضرور جانتی ہوگی''۔

(آنسو سرِ مژگاں ہوں تو ایک گوہر نایاب
بہہ جائیں تو پانی کے سوا کچھ بھی نہیں
مرتب)

انقلابی سرگرمیاں

دونوں عورتیں خاموشی کے ساتھ شہر کی سڑکوں سے ہوتی ہوئی کھیتوں کی طرف چل کھڑی ہوئیں (اُنہیں پرچے تقسیم کرنے شہر سے 55 میل دور ایک گاؤں پیدل جانا تھا) دونوں کاندھے سے کاندھا ملائے برچ کے درختوں کی دو رویہ قطاروں کے درمیان ناہموار سڑک پر چلی جا رہی تھیں۔ ''تھک تو نہیں جاؤ گی؟'' ماں نے سوفیا سے دریافت کیا۔ ''تم سمجھتی ہو میں زندگی میں بہت کم پیدل چلی ہوں؟ میں ان سب باتوں کی عادی ہوں۔''

سوفیا نے ہنس ہنس کر اپنی انقلابی سرگرمیوں کے بارے میں بتانا شروع کر دیا جیسے بچپنے کی شرارتوں کا ذکر کر رہی ہو۔ وہ مختلف ناموں اور جھوٹے کاغذات کے ساتھ رہ چکی تھی۔ بھیس بدل کر خفیہ (C.I.D) کے لوگوں سے چھپ چکی تھی۔ ایک شہر سے دوسرے شہر تک ڈھیروں (مجرمانہ) کتابیں پہنچا چکی تھی۔ جلا وطن ساتھیوں کی فراری کا انتظام کر چکی تھی اور انہیں بیرونی ممالک تک جا کر چھوڑ بھی آئی تھی۔ ایک بار اس نے اپنے مکان میں غیر قانونی چھاپہ خانہ قائم کر لیا تھا اور جب پولیس کو اس کی اطلاع ہوئی اور وہ لوگ آئے تو وہ گھر کی ملازمہ کا بھیس بدل کر بچ نکلی اور پولیس والوں سے پھاٹک پر ملاقات کرتی ہوئی فرار ہو گئی۔ سردیوں کا زمانہ تھا اور وہ ایک ہلکے سے لباس میں، کانوں کو ایک سوتی چادر سے لپیٹے ایک ہاتھ میں تیل کا پیپا اُٹھائے سارے شہر کا چکر لگاتی رہی جیسے مٹی کا تیل خریدنے جا رہی ہو۔ ایک مرتبہ اور

اس نے کلیسا کی راہبہ کا بھیس بدل کر اس خفیہ (C.I.D) کے آدمی کی نشست کے پاس اور اُسی کے ڈبہ میں بیٹھ کر سفر کیا جسے اس کی تلاش کے لیے متعین کیا گیا تھا۔ اس نے بڑے گھمنڈ سے بتایا تھا کہ وہ اس عورت کی نگرانی کس ہوشیاری سے کر رہا ہے۔ اُسے پورا یقین تھا کہ وہ عورت اسی گاڑی کے سیکنڈ کلاس کے ڈبہ میں سفر کر رہی ہے۔ ہر اسٹیشن پر وہ اس کا پتہ لگانے کے لیے اترتا اور واپس آ کر اس سے کہتا: ''کہیں نظر ہی نہیں آتی۔ غالباً سو گئی۔ یہ لوگ بھی تھک جاتے ہیں۔ ان کی زندگی کچھ ہم سے بہتر نہیں ہے۔''

عشق اپنے مجرموں کو سوئے زنداں لے چلا

(یکم مئی کا جلوس نکالنے پر پاویل اور اس کے ساتھی گرفتار کر لیے گئے اور عدالت میں اُن پر مقدمہ چلا۔ عدالت کے سامنے ان سب کی پیشی ہوئی)

''یہاں نہ کوئی مجرم ہے نہ کوئی جج'' پاویل کی پُرعزم آواز سنائی دی ''یہاں تو صرف فاتح اور مفتوح کا سوال ہے۔''

''میں جرم کا اقرار کیسے کر سکتا ہوں؟'' خوخول نے کاندھے کو جھٹکا دیتے ہوئے اپنی مترنم جیسی آواز میں جواب دیا ــ ''میں نے کسی کو قتل نہیں کیا، چوری نہیں کی، ڈاکہ نہیں ڈالا۔ میں تو صرف اس طریقۂ زندگی کے خلاف ہوں جو لوگوں کو چوری کرنے اور ایک دوسرے کا گلا کاٹنے پر مجبور کرتی ہے۔''

''میں نے وکیل کی خدمات حاصل کرنے سے انکار کیا اور میں کوئی بات کہنے سے بھی انکار کرتا ہوں'' ــــ فیدور مازن کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں ــــ ''اس لیے کہ میں اس مقدمہ کو بالکل غیر قانونی اور ناجائز سمجھتا ہوں۔ تم ہو کون؟ کیا لوگوں نے تم کو ہمارے متعلق انصاف کرنے کے لیے مقرر کیا ہے؟ نہیں ــــ میں جانتا ہوں عوام نے تم کو ایسا کوئی حق نہیں دیا اور میں تمہارے اقتدار کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہوں!''

بوکن کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور وہ مسلسل بازوؤں کو جھلاتے ہوئے کہہ رہا تھا: جب کوئی قتل یا چوری کا معاملہ ہوتا ہے تو جیوری بیٹھتی ہے جس میں عام لوگ ــــ کسان، مزدور، شہری سب شامل ہوتے ہیں لیکن جب لوگ خود حکومت یا اس کے عہدہ داروں کے خلاف اُٹھتے ہیں تو وہی حاکم اور عہدہ داران پر مقدمہ چلاتے ہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے! اگر تم میری توہین کرو اور میں تمہیں وہیں ایک چانٹا رسید کروں اور پھر تم ہی میرا مقدمہ سنو تو ظاہر ہے تم مجھے مجرم قرار دو گے لیکن پہلی غلطی کس نے کی؟ یقیناً تم نے ــــ اور کون؟''

(بنے ہیں اہل ہوس مدعی بھی منصف بھی
کسے وکیل کریں کس سے منصفی چاہیں
مرتب)

یہ سب لوگ ہتھوڑے ہیں

''کیا کہنے'' خوخول نے جواب دیا۔ ''بڑے اچھے لوگ ہیں مسکراتے ہوئے اور مرنج و مرنجاں۔ ان سے کہا جاتا ہے: یہ آدمی ہوشیار اور ایماندار ہے اور اسے ہم لوگ ذرا خطرناک سمجھتے ہیں۔ اسے پھانسی پر تو لٹکا دو ــــ اور وہ مسکراتے ہیں اور پھانسی پر لٹکا دیتے ہیں اور اس کے بعد ــــ وہ مسکرایا ہی کرتے ہیں''۔ ''اس شخص سے تو مختلف تھا جو یہاں تلاشی لینے آیا تھا'' ماں نے کہا اسے تو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ بڑا سُور ہے۔''

''ان میں کوئی بھی انسان کہلانے کے قابل نہیں۔ یہ سب لوگ ہتھوڑے ہیں جن سے لوگوں کو کچل دیا جاتا ہے۔ ایسے اوزار کی طرح ہیں جن سے ہم ایسے لوگوں کی مرمت کرائی جاتی ہے، تاکہ جس طرح چاہیں ہم سے برتاؤ کریں۔ اور خود انہیں اُن کے آقاؤں نے اپنے مقصد کے لیے ایک خاص سانچے میں ڈال لیا ہے۔ انہیں جو بھی حکم دیا جائے گا اسے بغیر سوچے اور بلا چون و چرا کیے بجا لائیں گے۔''

صداقت اور عقل کے بیج بو دو

پھر اسے ربین یاد آیا۔ اس کا خون، اس کا چہرہ، اس کی جلتی ہوئی آنکھیں اور اس کے الفاظ ــــ اور خوفناک ظلم کے مقابلے میں بے بسی کے تکلیف دہ احساس سے اس کا دل بیٹھ سا گیا۔ مٹیالے مٹیالے سے دن کے پس منظر میں راستے بھر میخائلو کا چہرہ اس کی نظروں میں گھومتا رہا۔ اس کا مضبوط جسم، سیاہ داڑھی سے بھرا ہوا چہرہ، پھٹی پھٹی قمیض، زخمی سر اور ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے ــــ ایک ایسا شخص جس کے دل میں اس صداقت کے لیے بھرپور اعتقاد ہو جس کی وہ وکالت کر رہا ہے ــــ اور اسے (ماں کو) یوں محسوس ہوا جیسے زندگی ایک وسیع، بے بنجی زمین ہے جو خاموشی لیکن بے چینی سے ہل چلانے والے کا انتظار کر رہی ہے ــــ ایسا محسوس ہوا کہ زمین آزاد ایماندار انسانوں سے کہہ رہی ہے: ''میرے سینے میں صداقت اور عقل کے بیج بو دو اور میں تمہاری محنت کا صلہ سو گنا دوں گی۔'' (جاری ہے)

بقیہ: ضمیر فروشوں......

پر بلیک میل کر کے کام نکلوائے جاتے ہیں۔ وہ یہ کام کرتے رہتے ہیں لیکن جب مطالبات بڑھ جائیں اور یہ ضمیر فروش ذرا ہچکچاہٹ دکھائیں تو ان کے سکینڈل منظر عام پر آنے لگتے ہیں۔ کام چلتا رہے تو ٹھیک ورنہ انہیں گندے استعمال شدہ ٹشو پیپرز کی طرح پھینک دیا جاتا ہے۔ ان مطالبات میں سب سے اہم مطالبہ اسلحہ ساز کمپنیوں کا ہوتا ہے۔ جنگ جاری رکھو، اپنے لوگوں کو آپس میں لڑاؤ، کسی دوسرے ملک میں دہشت گردی پھیلاؤ، گزشتہ سو سالوں میں دو بڑی اور کئی سو چھوٹی جنگیں لڑی گئیں۔ پہلے جنوبی مشرقی ایشیا، پھر جنوبی امریکا اور اب مسلم ممالک۔ دہشت گردی کی جنگ میں ہمارا ساتھ دو۔ اس جنگ میں وہ ہمارا خون ہی نہیں اپنی رعایا کا بھی لہو نچوڑتے ہیں۔ اس وقت دنیا کے فوجی اخراجات سالانہ ایک کھرب 50 ارب ڈالر ہیں جن میں 50 فیصد امریکہ کے ہیں یعنی امریکی ہر عورت، مرد اور بچے کو 1800 ڈالر دینے پڑتے ہیں۔ اور یہ سب رقم ان بڑی بڑی اسلحہ ساز کمپنیوں کے پاس جاتی ہے جو ڈرون بناتی ہیں اور غریب ملکوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ اسلحے کے تاجر پوری دنیا میں پھیلے ہیں۔ ایک ہی تاجر اسرائیل اور حماس کو، شیعہ اور سُنی کو، ہندو اور مسلمان کو اور کُرد اور ترک کو اسلحہ بیچتا ہے۔ اسلحہ لوگوں کے گھر تک پہنچایا جاتا ہے اور پھر قیمت وصول کی جاتی ہے۔ اس ترسیل کو عالمی تحفظ حاصل ہے۔

یہ داستان بہت طویل ہے۔ یہ وہ المیہ ہے جس نے خوراک میں خود کفیل افریقہ کو قحط دیا ہے اور امن سے رہنے والے ایشیا کو لاکھوں لاشوں کا نذرانہ۔ ایسے میں وکی لیکس نے تو صرف ضمیر فروشوں کے نام ظاہر کیے ہیں۔ ضمیر خریدنے والوں کا چہرہ کون دکھائے گا؟ سارا میڈیا ان کے ہاتھ میں غلام اور ساری سیاسی قیادتیں ان کی زرخرید۔ (بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')

ضمیر فروشوں کی عالمی منڈی اور بکاؤ لوگ

اوریا مقبول جان

کیا لوگ جانتے ہیں کہ دنیا کے غریب اور پسماندہ ملکوں کے لیڈر، جرنیل، صحافی، دانشور اور سول سوسائٹی کے علمبردار کیوں خریدے جاتے ہیں۔ان کے ضمیروں کا سودا امریکہ اور مغربی ممالک کے سفارت خانوں میں کن مقاصد کے حصول کے لیے کیا جاتا ہے۔ یہ بکاؤ لوگ کیسے چنے جاتے ہیں۔انہیں اقتدار کی راہداریوں میں کیسے لایا جاتا ہے۔ان کی لالچ، حرص اور ہوس کو کیسے کیسے سہانے خواب دکھائے جاتے ہیں۔کیا صرف وکی لیکس کے انکشافات یہ ساری کہانی بیان کرتے ہیں۔ یہ تو صرف یہ بتاتے ہیں کہ اس دنیا میں ایک بازار سجا ہے، ایک منڈی لگی ہے اور اُس میں بولیاں لگانے والے خریداروں کے لیے نہ ضمیر فروشوں کی کمی ہے اور نہ وطن کا سودا کرنے والوں کی۔لیکن یہ صرف ایک حقیقت کا بیان ہے۔ایک ایسے راز سے پردہ اُٹھایا گیا ہے جسے اس ملک کا ہر باشعور شہری جانتا ہے۔ اُسے علم ہے کہ اس قوم کی تقدیر کو کب، کہاں اور کتنے میں بیچا گیا اور کس شخص کی کتنی قیمت ہے۔لیکن کیا کسی کو علم ہے کہ بازار کیوں سجایا جاتا ہے؟ یہ ضمیر فروشوں کی اس قدر عزت افزائی کیوں کی جاتی ہے؟ اس لیے کہ اس دنیا میں سرمایہ دار کارپوریٹ کلچر کی ایک حکومت ہے جس نے امریکہ کے ایوانوں سے لے کر دنیا بھر کے میڈیا سمیت سب کو اس مقصد کے لیے خرید رکھا ہے کہ غریب ممالک کے غریب لوگوں کی جیبوں سے زیادہ سے زیادہ روپیہ ان کی جیبوں میں منتقل ہوتا رہے۔ آخری قطرے تک خون نچوڑنے والے اس کارپوریٹ کلچر کا کمال یہ ہے کہ وہ پہلے بڑے مغربی ممالک کی قیادت کو سیاسی جماعتوں کی معاشی مدد کے ذریعے خریدتے ہیں۔ پھر ان کے ذریعے دنیا بھر کے غریب ممالک میں ضمیر فروشوں کی حکومتیں قائم کرواتے ہیں۔ انہیں عالمی مالیاتی اداروں کے ذریعے قرضوں کے بوجھ میں جکڑتے ہیں اور پھر خود موٹے تازے بھیڑیوں کی طرح روز لوگوں کا خون پی پی کر جوان ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ 1970ء کے عشرے میں غریب ممالک اپنی تجارت میں امیر ملکوں سے ایک ارب ڈالر زیادہ کماتے تھے جسے معاشیات کی زبان میں ٹریڈ سرپلس کہا جاتا ہے۔اب غریب ملکوں کا خسارہ 20 ارب ڈالر ہو چکا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا بھر کی ملٹی نیشنل کمپنیوں نے جو چند ایک ہیں، انہوں نے غریب ممالک کی اجناس تک کا تیں فیصد حصہ خرید لیا ہے۔ تیل اور معدنیات تو ویسے ہی چند کمپنیوں کے کنٹرول میں ہیں۔1990ء کے عشرے میں ضمیر فروش قیادتوں کے ذریعے جو نجکاری کی مہم شروع کروائی گئی اس کے نتیجے میں ان غریب ملکوں کی دولت اب صرف ایک فیصد دولت مند ترین افراد کے ہاتھ میں آ گئی ہے جو جب چاہیں چینی، آٹے یا دال کا جو ریٹ لگا دیں۔ ان کمپنیوں نے سب سے پہلے ان ملکوں کو ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے ذریعے مقروض کیا پھر ان کو سود کی لعنت میں ایسا پھنسایا کہ 1996ء میں غریب ممالک 88.6 کھرب ڈالر سالانہ سود دیتے تھے اور 1999ء میں 114.4 کھرب ادا کرنے لگے اور اب یہ تعداد 200 کھرب ڈالر کے قریب ہے۔اس سود کی ادائیگی کے لیے قوم کے لیڈروں سے کہا جاتا ہے کہ یہ بھی ہمیں بیچو، وہ بھی ہمیں بیچو۔اپنے لوگوں کو ہمارا مال اس بھاؤ پر بیچ کر ان کا خون نچوڑو۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں آج پچاس فیصد لوگ دو ڈالر روزانہ سے بھی کم آمدن پر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ دو ارب لوگوں کے پاس نہ صاف پانی، بجلی، صفائی، اراضی کی ملکیت اور نہ فون ہے۔ حتیٰ کہ ان پر کوئی آفت ٹوٹ پڑے تو بچانے کے لیے کوئی ادارہ تک موجود نہیں۔ دنیا میں ہر روز چالیس ہزار بچے بھوک اور بیماری سے مرتے ہیں۔ اس سارے کاروباری گورکھ دھندے میں ایک سو کے قریب بڑے ادارے شامل ہیں جن میں 51 ملٹی نیشنل کارپوریشن ہیں۔ان میں سے 47 کے ہیڈ کوارٹرز امریکہ میں ہیں۔ یہ سب کے سب امریکہ کی دونوں سیاسی جماعتوں کو کثیر چندہ دیتے ہیں اور اس کی کانگریس کے ذریعے اپنے مفادات کا تحفظ کرواتے ہیں۔ دنیا کا سارے کا سارا میڈیا ان کارپوریشنوں کے اشتہارات اور خفیہ رقوم کا مرہونِ منت ہے۔ یہ اشتہارات بند کر دیں تو میڈیا کا گلہ یوں بند ہو جائے کہ آواز تک نہ نکل سکے۔

اسی لیے دنیا کے ہر ملک میں امریکہ کا سفیر کسی ملک کے مفاد کا تحفظ نہیں کر رہا ہوتا بلکہ ان ایک سو بڑے اداروں کے مفادات کی خاطر کام کرتا ہے جو اس دنیا کا خون چوس رہے ہیں۔ یہ ادارے ہر غریب ملک کی قیادت کو اپنی طرح کاروباری اداروں میں شریک کرتے ہیں۔انہیں مشترکہ فیکٹریوں میں حصے دار بناتے ہیں۔ انہیں غریبوں کو لوٹنے کے گُر بتاتے ہیں۔ یوں یہ ضمیر فروش قائدین اُس بڑے کلب کا حصہ بن جاتے ہیں جو اس دنیا کے وسائل پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ یہ اپنے ملک کی اجناس کو باہر بھجوائیں گے، تاکہ سستی خریدی جائے۔ وہاں ذخیرہ ہو گی۔ پھر کئی گنا مہنگی قیمت پر واپس خرید کر لائیں گے۔ایک ملک سے سستی خریدی گئی گندم یا چینی دوسرے ملک کو مہنگی بیچی جائے گی۔ کارپوریٹ کلچر کا کمال یہ ہے کہ اس نے دنیا کے غریب ممالک کی افواج کو بھی کاروبار پر لگا دیا ہے۔ وہ بھی اپنے ممالک میں ایک کارپوریٹ کمپنی بن گئی ہیں۔ یوں کسی ملک کی فوج بھی اگر کھاد کی فیکٹری چلاتی ہے تو وہ یہ نہیں سوچتی کہ عوام کو کیا فائدہ پہنچتا ہے بلکہ اس کی سوچ یہ ہو گی کہ کھاد مہنگی بیچ کر مجھے کتنا منافع ملے گا۔

ان تمام کمپنیوں کا طریقۂ واردات کمال کا ہے۔ پہلے کسی بھی ملک کی قیادت کو کمیشن اور رشوت کے ذریعے بددیانت بنایا جاتا ہے۔ جب ان کے پاس اس ناجائز آمدنی کا ایک وافر حصہ جمع ہو جاتا ہے تو انہیں اس کالے دھن کو سفید کروانے کے لیے کاروبار کروایا جاتا ہے۔ جب وہ منافع خوری اور لوگوں کو لوٹنے کے اس فن کے تمام اصول سیکھ جاتے ہیں تو پہلے انہیں اندرونی طور

(باقی صفحہ 12 پر)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے درس کے بارے میں ایک سامع کے تاثرات

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے۔ مجھے شروع سے ہی یہ شوق رہا ہے کہ اللہ کے کلام کے معانی و مطالب کو سمجھا جائے۔ چنانچہ اس شوق کا نتیجہ تھا کہ اپنے علاقے میں جہاں کہیں مشاہیر علمائے کرام میں سے کسی کی آمد کی خبر ملتی تو اُس کا خطاب یا درس سننے کے لیے چل پڑتا اور قبل از وقت پہنچ کر پہلی صف میں بیٹھنے کی کوشش کرتا، تاکہ مدرس یا مقرر کی بات اول تا آخر سن سکوں۔ 1967ء میں جب کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اپنے درس قرآن کا ابھی آغاز کیا تھا، میں اخبار کے اعلان کے مطابق درس میں شرکت کے لیے سمن آباد پہنچ گیا۔ ڈاکٹر صاحب کا درس عین وقت پر شروع ہوا۔ درس سن کر مجھے عجیب حیرت ہوئی کہ اُن کا درس سب سے منفرد اور ممتاز تھا۔ بعد ازاں میں باقاعدگی کے ساتھ ان کے درس میں حاضر ہوتا رہا۔ ڈاکٹر صاحب درس دیتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ قرآنی آیات کا مطلب و مفہوم اُن پر القا ہوتا ہے۔ کیونکہ دو ڈھائی گھنٹے کے درس میں ڈاکٹر صاحب زیر درس آیات پر ہی گفتگو کرتے۔ اس دوران ایک جملہ بھی ایسا نہ بولتے جو غیر متعلقہ ہوتا۔

میں 1967ء سے ڈاکٹر صاحب کی وفات تک اُن کے اکثر دروس قرآن میں شریک رہا ہوں۔ گویا میں نے 40 سال سے زیادہ عرصہ تک اُن کے دروس سامنے بیٹھ کر سنے ہیں۔ میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ انہوں نے ان 40 سالوں میں کبھی اپنا درس وقت مقررہ سے دو تین منٹ بھی لیٹ نہیں شروع کیا۔ وقت کی پابندی کی ایسی مثال ملنا مشکل ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے درس کی خاص بات یہ تھی کہ وہ قرآنی آیات کی کوئی انوکھی اور نرالی تاویل نہ کرتے تھے بلکہ وہ اپنے بیان کی تائید میں سلف صالحین اور مشاہیر مفسرین کے حوالے دیتے اور قرآن کی تفسیر قرآنی آیات اور آثار صحابہؓ سے کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جو شخص خالی الذہن ہو کر اُن کا درس سنتا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔

ڈاکٹر صاحب کو علامہ اقبال کے ساتھ گہری عقیدت تھی۔ وہ اُنہیں امت کا حدی خواں کہتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو علامہ اقبال کے فارسی اور اردو کے بہت سے اشعار ازبر تھے جنہیں وہ درس قرآن کے دوران برموقع و برمحل پڑھتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے قرآن فہمی کی خصوصی صلاحیت عطا کی تھی۔ اُن کا درس ڈھائی تین گھنٹے کا بھی ہوتا تھا لیکن سامعین کی دلچسپی کا یہ عالم ہوتا تھا کہ گویا سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ ہر شخص پورے انہماک سے درس سنتا۔ اکتاہٹ کا کبھی سوال ہی پیدا نہ ہوتا حالانکہ پورے درس کے درمیان ڈاکٹر صاحب زیب داستان کے لیے ایک بھی اضافی یا ذکا ہی جملہ نہ بولتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ وہ عاشق قرآن، مفسر قرآن، مدبر قرآن بلکہ فنافی القرآن تھے۔ اُن کا صرف ایک ہی شوق تھا کہ قرآن کے مفہوم و مطالب کو بیان کر کے عام کیا جائے۔ خصوصاً امت کے ہونہار، ذہین اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں۔ وہ اس ضمن میں اس حدیث کا حوالہ دیا کرتے تھے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن ہی نے اپنے اولین مخاطبین کی کایا پلٹی تھی اور آج بھی قرآن ہی کے ذریعے امت اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب درس قرآن کے دوران آیات کا باہمی ربط اس طرح بیان کرتے کہ سامع زبان حال سے کہہ اُٹھتا کہ جا ایں جا است۔ اسی طرح ہر سورت کے آغاز میں سورۃ کے مضامین کا خلاصہ بیان کرتے اور آیات کا شان نزول اس طرح واضح کرتے کہ سننے والا اس لمحے اپنے آپ کو اسی ماحول میں محسوس کرتا۔ جب مکی آیات بیان کرتے تو اُس وقت کے مکہ کے حالات سامنے لے آتے۔ اسی طرح مدنی آیات بیان کرتے وقت انصار و مہاجرین کی اخوت کا مظاہرہ، صحابہ رضی اللہ عنہم کا جذبہ جہاد اور یہود و نصاریٰ اور منافقین کی سازشوں کی تصویر کھینچ کر رکھ دیتے۔

ڈاکٹر صاحب کے دروس قرآن آڈیو اور ویڈیو کیسٹس میں محفوظ ہیں۔ جو صاحبان اُن کو سنیں گے یا دیکھیں گے وہ ڈاکٹر صاحب کے درس کی خوبیوں کا اعتراف کریں گے۔

ڈاکٹر صاحب کو فرقہ بندی سے سخت نفرت تھی۔ اُن کا درس گھنٹوں سننے کے بعد کوئی سامع یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کس مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ اس بات پر زور دیتے تھے کہ ہمیں اپنے مسلمان ہونے پر مطمئن ہونا چاہیے اور صرف اسلام کی سربلندی کے لیے کام کرنا چاہیے۔ اپنے فقہی مسلک کو اجاگر کرنے میں محنت و وقت لگانا نہ مطلوب ہے نہ محمود۔

ڈاکٹر صاحب کو کئی جسمانی عارضے تھے۔ مگر درس کے دوران اُنہیں کسی جسمانی تکلیف کا احساس نہ ہوتا۔ حاضرین یوں محسوس کرتے کہ ڈاکٹر صاحب کو کسی طرح کی کوئی تکلیف نہیں۔ عام طور پر مقرر یا مدرس گفتگو کا آغاز کرتا ہے تو اگر اُس کی طبیعت ناساز ہو تو سب سے پہلے اس کا تذکرہ کرتا ہے مگر ڈاکٹر صاحب نے کبھی ایسا نہ کیا بلکہ وہ درس کا آغاز پوری آمادگی اور ذوق و شوق سے کرتے۔ اُن کی آواز میں بلا کا رعب ہوتا تھا اور بیان کے زور سے اُن کے ایمان اور یقین کی پختگی عیاں ہوتی تھی۔

جس طرح ڈاکٹر صاحب درس کا آغاز ٹھیک مقررہ وقت پر کرتے اسی طرح درس کا اختتام بھی کمال مہارت کے ساتھ کسی قسم کی تشنگی چھوڑے بغیر کرتے یہاں تک کہ بعض اوقات وقت کا احساس ہی نہ ہوتا۔

ڈاکٹر صاحب درس قرآن دیتے ہوئے کبھی تھکان محسوس نہیں کرتے تھے۔ اکثر اوقات ایک دن میں درس قرآن کی تین تین چار چار نشستیں ہوتیں مگر وہ ہمیشہ تر و تازہ دکھائی دیتے۔ درس قرآن کے سلسلہ میں وہ سینکڑوں میل کا سفر بڑے اشتیاق اور خوشدلی کے ساتھ اختیار کر لیتے حالانکہ سفر کی مشقت سے تو کسی کو انکار نہیں۔ مگر اُن کے لیے یہ سفر انتہائی پسندیدہ ہوتا۔ الغرض ڈاکٹر صاحب کا درس سننے والے اس لذت اور تسکین کو کبھی نہ بھولیں گے جو اُنہیں اُن کے درس میں ملتی تھی۔

تنظیم اسلامی ماموند کے تحت فہم دین کورس کا انعقاد

تنظیم اسلامی ماموند کے زیر اہتمام لگہ نامی گاؤں میں جو افغانستان کی سرحد پر واقع ہے، فہم دین پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ پروگرام سے پہلے اس میں شرکت کے لیے گشت کر کے لوگوں کو مدعو کیا گیا۔ صبح 9 بجے پروگرام کا آغاز کلام پاک کی تلاوت سے ہوا، جس کی سعادت قاری عطاء اللہ نے حاصل کی۔ بعد میں راقم نے درس حدیث دیا۔ نبی محسن نے دین کے معنی و مفہوم پر گفتگو کی۔ جہانگیر خان نے مطالبات دین پر مفصل بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ بندوں سے اللہ تعالیٰ تین چیزوں کا مطالبہ کرتا ہے: خود اللہ کے بندے بنیں، بندگی کی دعوت دیں اور نظام بندگی کے قیام کے لیے جدوجہد کریں۔ آخری نشست میں گل محمود نے منہج انقلاب نبویؐ کے حوالے سے گفتگو کی۔ انہوں نے واضح کیا کہ اسلامی انقلاب کے لیے رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کو اختیار کرنا انتہائی ضروری ہے۔ لوگوں نے بلٹ، بیلٹ اور اصلاحی طریقے سب آزما لیے مگر شریعت نافذ نہ ہو سکی۔ حالات کا تقاضا اور وقت کی ضرورت ہے کہ ان طریقوں کو چھوڑ کر رسول انقلاب ﷺ کے طریق انقلاب کو اپنایا جائے، جس کی وضاحت بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم نے اپنی کتاب ''منہج انقلاب نبویؐ'' میں کی ہے۔

پروگرام کے اختتام پر ظہرانے کا اہتمام کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس معمولی سعی کو شرف قبولیت بخشے۔ (مرتب: یوسف جان)

تنظیم اسلامی حلقہ گوجرانوالہ کے زیر اہتمام دو روزہ تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی حلقہ گوجرانوالہ کے زیر اہتمام دو روزہ تربیتی پروگرام گزشتہ دنوں مرکز حلقہ مسجد نمرہ میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز ناظم حلقہ کی گفتگو سے ہوا۔ انہوں نے مسنون خطبہ کے بعد پروگرام کا تعارف اور جماعتی زندگی میں تربیت کی اہمیت پر بیان کیا۔ بعد ازاں ''ایمان حقیقی کے لوازم و ثمرات'' کے موضوع پر مفصل درس قرآن دیا۔ مقامی امیر خورشید نبی نور نے ''آخرت میں اہل ایمان کے لیے انعام واکرام'' کے حوالے سے درس حدیث دیا۔

بعد نماز عشاء خادم حسین نے ''سیرت رسولؐ کا انقلابی پہلو'' کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے منہج انقلاب نبویؐ کی یاددہانی کروائی اور مراحل انقلاب بیان کیے۔ انہوں نے واضح کیا کہ رسول کریم ﷺ کی سب سے بڑی سنت غلبۂ دین حق کی جدوجہد ہے۔ رات کے کھانے کے بعد یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

اگلی صبح بعد نماز فجر تنظیم اسلامی سیالکوٹ شمالی کے امیر جنید نذیر چودھری نے سورۃ التوبہ کی آیات 38 تا 50 کا درس دیا جس میں رفقاء کو ہر سطح پر انفاق اور جہد مسلسل کی ترغیب دی۔ انہوں نے کہا کہ بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمد اپنے حصے کا کام کر کے چلے گئے۔ ہمیں بھی یہ کام پورے خلوص و اخلاص کے ساتھ انجام دینا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ نظم کا خیال رکھیں، اور تنظیم کے پروگراموں میں اپنی حاضری یقینی بنائیں۔ ناشتا کے بعد پھالیہ کے رفیق تنظیم مبشر صاحب نے ''نماز کی اہمیت و فضیلت'' پر چند احادیث پیش کیں۔ گجرات کے نوجوان رفیق علی جنید نے انفاق فی سبیل اللہ اور اس ضمن میں صحابہ کرامؓ کے ایمان افروز طرز عمل کے حوالے سے بیان کیا۔ حاضرین نے اُن کے بیان کو بے حد پسند کیا۔ پروگرام کے اختتام پر مرکزی ہدایات کے مطابق ناظم حلقہ نے سالانہ اجتماع اور اجتماعیت کے حوالے سے بعض باتوں کی وضاحت کی۔ اس کے ساتھ ہی یہ پروگرام اختتام پذیر ہو گیا۔ (رپورٹ: شاہد رضا)

امیر حلقہ ملاکنڈ کا دورۂ چترال

تنظیم اسلامی حلقہ ملاکنڈ کی مقامی تنظیم چترال میں دعوتی پروگراموں کے انعقاد کے لیے پوری منصوبہ بندی کرنی پڑتی ہے، کیونکہ یہ علاقہ پاکستان اور حلقہ ملاکنڈ کے شمال میں چاروں طرف سے پہاڑوں میں گھرا ہوا جہاں دشوار گزار راستوں سے ہی پہنچا جا سکتا ہے۔ مقامی تنظیم کے امیر سے چترال کے دورہ کے لیے بذریعہ فون 15 تا 16 اکتوبر کی تاریخیں طے ہوئیں۔ دورہ میں دعوتی اور تربیتی پہلو بطور خاص شامل کیا گیا تھا۔

امیر حلقہ کے ساتھ چھ افراد کا یہ قافلہ 15 اکتوبر کو نماز فجر پڑھ کر روانہ ہوا۔ ان کے ساتھ مرکزی ناظم دعوت و تربیت جناب رحمت اللہ بٹر اور حافظ محمد اشرف بھی شامل تھے۔ جمعہ کا دن تھا۔ لواری ٹاپ پار کر کے جب ہم ضلع چترال میں داخل ہوئے تو عشریت کے مقام پر نماز جمعہ کے لیے ٹھہرے۔ امیر حلقہ کے دوستوں کے ذریعے خطاب جمعہ طے ہوا۔ چنانچہ ایک مسجد میں بٹر صاحب اور دوسری میں حافظ اشرف نے خطاب کیا۔ لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ وہاں سے روانہ ہو کر ضلع چترال کے دوسرے اہم مقام دروش پہنچے۔ بعد نماز عصر امام مسجد کی اجازت سے محترم رحمت اللہ بٹر نے بیس منٹ دعوتی تقریر کی۔ یہاں بھی لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ رات سوا سات بجے چترال پہنچے، جہاں مقامی امیر ڈاکٹر اکرام اللہ تنظیم کے دفتر میں ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ پروگرام کو آخری شکل دے کر کھانے اور نماز عشا کے بعد دفتر ہی میں سو گئے۔ صبح پہلی نشست مبتدی رفقاء کے ساتھ تھی۔ بعد ازاں رحمت اللہ بٹر صاحب نے ملتزم رفقاء سے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ دجالی تہذیب میں ہمیں زیادہ سے زیادہ اوقات اقامت دین کی جدوجہد کے لیے فارغ کرنے چاہئیں۔ انہوں نے نقباء سے تربیتی پہلوؤں پر بھی گفتگو ہوئی، جس میں انفرادی دعوت، اجتماعات کے انعقاد، حلقہ قرآنی، ماہانہ رپورٹس اور انفاق جیسے امور شامل تھے۔ انہوں نے رفقاء کو ہدایت کی کہ سالانہ اجتماع میں شرکت کریں۔ مقامی دفتر میں لائبریری بھی قائم ہے۔ اس کو کھلا رکھنے اور اس سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کے استفادہ کے مواقع فراہم کرنے کی تجاویز دی گئیں۔

نماز ظہر پر اس نشست کا اختتام ہوا۔ 16 اکتوبر بروز ہفتہ یہ قافلہ چترال سے واپس روانہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ مقامی رفقاء کو ہمت و استقامت دے، تاکہ دین کی یہ فکر چترال کے کونے کونے تک پہنچ جائے۔ (مرتب: احسان الودود)

تنظیم اسلامی ملتان کے زیر اہتمام ''ہفتہ توبہ'' کی پرامن ریلی

تنظیم اسلامی ملتان کے زیر اہتمام ''ہفتہ توبہ'' کے سلسلے میں پرامن ریلی نکالی گئی۔ شہریوں میں ''توبہ کی پکار'' کے عنوان سے ہینڈ بلز بھی تقسیم کیے گئے۔ ریلی کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے تنظیم اسلامی جنوبی پنجاب کے امیر محمد طاہر خاکوانی نے کہا کہ ریلی کا مقصد مسلمانان پاکستان اور حکمران طبقہ کو ملکی حالات سنوارنے کے لیے توبہ کی طرف توجہ مبذول کرانا ہے۔ حکمران اقتدار میں مست ہیں اور مراعات یافتہ طبقہ کے لیے ہر دن عید اور ہر رات شب برات ہے۔ سفید پوش طبقہ دو وقت کی روٹی کے لیے اپنے حال میں مست ہے۔ شمالی علاقوں میں فوج اور عوام حالت جنگ میں ہیں۔ ہمارے بچاؤ کا واحد راستہ اللہ کے حضور اجتماعی توبہ ہے جس کا مطلب اسلامی شریعت کا نفاذ اور امریکہ کی غلامی سے نکل کر اللہ کی غلامی اختیار کرنا اور اپنے اعمال کی اصلاح کرنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جاگیرداری اور سرمایہ داری نظام کو ختم کر کے اسلام کا نظام عدل نافذ کیا جائے۔ اگر ہم نے توبہ کو عملی جامہ پہنا لیا تو یقیناً اللہ کی مدد ہمارے شامل حال ہو گی۔ وگرنہ حالات ابتر ہوتے چلے جائیں گے۔ ریلی میں سعید اظہر عاصم، جام عابد حسین، سلیم اختر، عطاء اللہ خان، ڈاکٹر مظہر الاسلام و دیگر نے شرکت و خطاب کیا۔

حلقہ پشاور کے زیر اہتمام سہ ماہی اجتماع

تنظیم اسلامی حلقہ پشاور کا سہ ماہی اجتماع 23، 24 اکتوبر 2010ء کو جامع مسجد ابوبکر الصدیقؓ سعد اللہ جان کالونی، حاجی کیمپ میں منعقد ہوا۔ نماز عصر کے بعد تعارفی نشست میں امیر حلقہ میجر (ر) فتح محمد نے عشرۂ توبہ کے حوالے سے گفتگو کی۔ بعد نماز مغرب عشرۂ توبہ کی

مناسبت سے عمومی دعوتی اجتماع سے محترم حافظ خالد شفیع نے توبہ کی ضرورت اور اس کے تقاضے کے موضوع پر پُر جوش انداز میں خطاب کیا اور نمازوں کی حالت زار اور انہیں بہتر بنانے پر زور دیا۔ بعدازاں رفقاء میں ''فرائض دینی کا جامع تصور'' نامی کتابچہ تقسیم کیا گیا اور انہیں ہدایت کی گئی کہ وہ فارغ وقت میں اس کا مطالعہ کریں، آخری پروگرام میں ہر رفیق کو اس موضوع پر گفتگو کرنی ہوگی۔ بعدازاں کھانے اور آرام کا وقفہ ہوا۔

بعد نماز فجر قرآن اکیڈمی کے نائب مسئول قاری محمد فیاض احمد نے درس حدیث دیا اور توبہ کے حوالے سے گفتگو کی۔ تلاوت، اشراق اور ناشتا کے وقفہ کے بعد انجینئر یوسف علی نے بورڈ کی مدد سے ''دین کا ہمہ گیر تصور'' کے موضوع پر بیان کیا۔ محمد جمشید عبداللہ امیر تنظیم اسلامی پشاور صدر نے ''گناہ کبیرہ اور توبہ'' کے موضوع پر خطاب کیا اور معاشرے میں پھیلے ہوئے بڑے بڑے کبائر کے حوالے سے گفتگو کی اور اس حوالے سے توبہ مہم کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنانے پر زور دیا۔ بعدازاں ڈاکٹر حافظ محمد مقصود نے منتخب نصاب نمبر 2 کا درس دیا اور سورۃ التوبہ اور سورۃ النور کی آیات کی روشنی میں نظم کی پابندی، اجازت اور رخصت لینے کے بارے میں مستحسن رویہ بیان کیا۔ چائے کے وقفے کے بعد وارث خان نے نظام العمل کا مطالعہ کروایا اور رفقاء کے اوصاف بیان کیے۔ آخری پروگرام میں رفقاء کو بیان کی مشق کروائی گئی اور دینی فرائض ذہن نشین کروائے گئے۔ طارق خورشید نے یہ پروگرام کنڈکٹ کیا۔ انہوں نے 6/7 افراد کا گروپ بنا کر ان میں سے ایک گروپ لیڈر بنایا اور دینی فرائض پر اظہار خیال کرنے کو کہا۔ یہ پروگرام 50 منٹ تک جاری رہا۔ آخر میں امیر حلقہ نے دین کے ہمہ گیر تصور کے حوالے سے مختصر گفتگو کی اور اختتامی کلمات ارشاد فرمائے۔ (مرتب: خورشید انجم)

امیر حلقہ کا دورۂ تونسہ شریف ولیہ

امیر حلقہ جنوبی پنجاب ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی اپنے نائب جام عابد حسین اور معتمد حلقہ (راقم الحروف) کے ہمراہ 7 نومبر کی صبح 8 بجے ملتان سے تونسہ شریف اور لیہ روانہ ہوئے۔ 11 بجے تونسہ شریف پہنچ کر رضا گجر کی رہائش گاہ پر گئے۔ جہاں ''توبہ کی پکار'' کے حوالے سے مفصل خطاب کیا۔ اِس پروگرام میں 30 افراد نے شرکت کی۔ رضا گجر کی رہائش پر ہر دوسرے اتوار کو درس قرآن کا حلقہ قائم ہے۔ درس کا یہ سلسلہ عرصہ 15 سال سے جاری ہے۔ یہ درس بذریعہ ویڈیو سی ڈی ہوتا ہے۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد امیر حلقہ لیہ روانہ ہوئے۔ دو گھنٹے کی مسافت کے بعد 3 بجے ہم لیہ پہنچے، جہاں مقامی امیر چودھری صادق علی اور چند رفقاء نے استقبال کیا۔ بعد نماز عصر رفقاء کا تعارف حاصل کیا گیا اور نئے امیر کے تقرر کے لیے رفقاء سے رائے لی گئی۔ بعد نماز مغرب امیر حلقہ نے ''توبہ کی پکار'' کے حوالے سے مقامی سکول الرحمٰن پبلک سکول میں مفصل خطاب کیا۔ اس درس میں تقریباً 65 افراد نے شرکت کی۔ رات کے کھانے کے بعد 8 بجے لیہ سے واپسی ہوئی۔ اور رات 11 بجے قرآن اکیڈمی ملتان پہنچے۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان مساعی کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ (آمین) (مرتب: شوکت حسین انصاری)

REQUIRED

Experienced Sales Engineer for survey related equipment. Survey experience / knolwedge would be advantageous. Salaray package circa Rs.15000/- Interested candidates may apply with detailed C.V. and references to safyan@hotmail.com

تنظیمی اطلاعات

حلقہ مالاکنڈ کی مقامی تنظیم ماموند باجوڑ ایجنسی میں نبی محسن کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ کی طرف سے مقامی تنظیم ماموند باجوڑ ایجنسی میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اپنی سفارش اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 4 نومبر 2010ء میں مشورہ کے بعد جناب نبی محسن کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ پنجاب جنوبی کی مقامی تنظیم لیہ میں چودھری صادق علی کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ پنجاب جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم لیہ میں تقرر امیر کے لیے موصولہ رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 25 نومبر 2010ء میں مشورہ کے بعد چودھری صادق علی کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ پنجاب جنوبی کی مقامی تنظیم ملتان شہر میں محمد عرفان بٹ کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ پنجاب جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم ملتان شہر میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اپنی سفارش اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 25 نومبر 2010 میں مشورہ کے بعد محمد عرفان بٹ کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

☆☆☆

حدیث کا جائزہ

حیات طیبہ سے لے کر امام بخاری تک 250 سال کے عرصے میں احادیث کی حفاظت پر ہونے والے کام کا تاریخی جائزہ لینے والی کتاب ''حدیث کا جائزہ'' کا خلاصہ تقریباً ایک ایک گھنٹے کے چار لیکچرز میں بیان کیا گیا ہے۔ ان لیکچرز کی چار CDs دستیاب ہیں اور ایک DVD میں بھی دستیاب ہیں۔ اسکولوں، کالجوں اور مساجد میں بڑی سکرین پر یہ لیکچرز طلبہ و طالبات اور نمازیوں کو دکھانے کا انتظام کر کے بیک وقت بہت سے لوگوں کے ذہنوں سے احادیث کے متعلق شکوک وشبہات دور کیے جاسکتے ہیں۔ دین کی خدمت کا جذبہ رکھنے والے اصحاب سے اس کام کی طرف توجہ کرنے کی درخواست ہے۔ چار CDs کی قیمت -/120 روپے اور ایک DVD کی قیمت -/60 روپے ہے۔ ڈاک خرچ فاؤنڈیشن ادا کرے گی۔ DVDs/CDs کی قیمت ڈاک کی شکل میں ارسال کی جاسکتی ہے۔ یہ لیکچرز ویب سائٹ پر بھی دیکھے جاسکتے ہیں: www.asanasbaq.com

البلاغ فاؤنڈیشن

اسلامی خط و کتابت کورسز کا ادارہ

A-43، نثار روڈ، لاہور کینٹ

فون: 0333-4620717,0321-4090779

ای میل: albilagfoundation@yahoo.com

transmission lines along the difficult terrain of KKH for transporting power to the load centres. **Technically and economically, the best choice is Kalabagh which can provide in minimum time of six years, more than 3,000 mw at a minimum cost of 6 billion dollars.**

Delay in decision-making and implementation shall be detrimental to Pakistan's solidarity. Time is always an essence for victory or otherwise. Pakistan's government has no right to impose more taxes on the public, without making to force our corrupt people may they be in government services or industry, politics or agriculture by bringing back to the country their hidden or known assets of billions of dollars in foreign countries on account of kick backs, corruption and misappropriation. Judiciary & military are ones who can do this job and it is the last hope for Pakistan!

Remember: If we are not sincere to ourselves, nobody on earth shall be a bigger enemy than our own selves.

Allowing military action by any foreign power as well as our own government without arresting and trying the accused in our own courts & without their being found guilty is highly immoral and sinful and has created an **atmosphere of anarchy in the country.** Military should only be used for arresting the miscreants after the issuance of proper warrant from the court. The use of force should only be exercised against a person if he resists his arrest killing innocent people. Action against somebody without trying him in the court shall also make our government & leaders culprit of murders. They may escape now in this world but soon after their death, nobody can guess what is going to happen with them. Killing innocent persons and children without prior trial like one done by the previous government in the case of Lal Masjid in Islamabad is now the major cause of anarchy in the country. I would like to ask just one question from the readers of this article: If their own father/mother, brother/sister, and son/daughter are killed during a Drone attack or in any military operation without being guilty, would they be able to describe their feelings?

One must not do something with others which he would not like to be done with him or his family. Life is, however, going to end one day and we will leave everything, we possess, in this world. The only thing which is immortal is our deeds, good or bad, and we will be rewarded/awarded on the Day of Judgment accordingly.

Borrowing heavily from IMF, World Bank etc. without working out a solution for its return has led us to a stage from where, unfortunately, there seems no reversal. The whole country is now in the clutches of the so-called world's only Super Power due to the follies of our leaders and shall be used as an ally of India during a war between India & China. The war is expected to be staged between 10 to 15 years from now. United States has already entered in nuclear, military and economic deals with India and is investing billions of dollars there. Within the next 10 years, USA would transfer all its investments in China to India. All inhibitions of India for entering in a war with China shall be properly re-dressed by the United States.

Pakistan, being a partner with USA in its so-called War against Terror with the Taliban would have sustained terrible losses due to the condition of a civil war and anarchy within the country lasting for a long time, and thus would not be left with any other option except to worship the United States for her survival.

The game that is being played is very obvious, but to avoid a crisis like this in future, we must **"wake up now, hurry up and start redesigning our future as time & tide wait for none".**

سانحۂ کربلا
قیمت 30 روپے
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت وعظمت کی صحیح تصویر
اور
شہیدِ مظلوم رضی اللہ عنہ
قیمت 30 روپے
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب اور آپ رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بیان پر جامع تالیف
بانیٔ تنظیم اسلامی
ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
کی دو جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی کتابوں کا مطالعہ کیجئے
دونوں کتابوں کے سیٹ کی مجموعی قیمت اشاعت خاص: 50 روپے (علاوہ ڈاک خرچ)
مکتبہ خدام القرآن لاہور
36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-35869501 e-mail:maktaba@tanzeem.org

Capt. (R) Syed Khalid Sajjad

TIME & TIDE WAIT FOR NONE

We must develop our power, energy in industrial & agricultural sectors, if we really want to survive. Energy is a major gift of Almighty Allah to mankind. It's all up to us to decide how to achieve and further, how to utilize it. If we can get it from water, by storing the river water in dams, we shall get it free when required, just by providing a fall on the blades of the turbine, which would rotate the generator and transmit it throughout the country. The other alternate is to get it by converting water to steam through fuel (oil/gas) for obtaining electric power. In both cases (thermal/hydel), it is the water that does the job. In hydel electricity, there is no fuel cost with additional benefit of using water for irrigation during dry seasons whereas in thermal the main cost of generation is that of the fuel (furnace oil/diesel, gas) which is expensive as it has to be drilled out of the earth, may be thousands of feet below ground level, and then transported to power-house sites after getting it from refineries.

If the government does not impose any tax on oil/gas, the electricity would still be expensive than hydel, but affordable. But if the government imposes tax on diesel/gas, the cost of electricity shall be three to four times and could even jump to seven to eight times depending upon the taxation value. It must now be clear that as the government has imposed heavy taxation on diesel and gas, we cannot get cheap electric power. If however, tax is to be imposed, it should only be on petrol/aviation. The cost of diesel has gone so high that thermal power houses have been forced to stop the supply of electricity, despite having the capability to do so. Moreover, the transportation industry (like trains, trucks, and trailers), tractors, tube-wells and all such industry based on diesel have been forced to raise the cost of their produce, thus crippling the economy of Pakistan. The prices, at the moment, have gone so high that unemployed people have been left with no other alternative except to beg, borrow or steal and even to kill through robbery or snatch away whatever wealth is available from all those who have got some. A big storm is now in the offing if the government does not work out the solution, in reducing the prices back to normal i.e. to the level of late nineties.

If the common public starts moving towards a bloody revolution, it would destroy all the development made so far. It is actually a conspiracy, in which our Government being a part, while those associated with her are equally responsible. The cruelty of the government is obvious on account of its in-competence and corruption which we find through print and electronic media. The government must bring back the prices of furnace oil, diesel, kerosene oil & gas to the position of early 2000 for providing immediate relief to the public just by reducing the tax on the fuel of all kind, and bring back the prices of all commodities within the reach of common man. Moreover, it should arrange general referendum on top priority basis in all the provinces throughout Pakistan on the same day to get public opinion regarding construction of Kalabagh Dam through military. It is just some of the politicians of doubtful integrity with ulterior motives who resist, while the whole nation is for it.

Kalabagh Dam is the only immediate, cheapest and the best-located substitute for generation through river Indus as it would cost a billion dollars per year and complete within six years, providing more than 3,500 megawatts of electricity. The other substitute is Bhasha but it is going to take at least 18 years and its estimated cost would be more than 15 to 20 billion dollars. It would provide about 4000-4500 MW of electricity. The third substitute is Boonji Tunnel, which at the moment is in a very early stage of investigation & design, but is expected to provide more than 5,000 MW of power, after a completion period of 15 years from now. There are many other merits/demerits/cost comparison under study at the moment on account of 500 or 750 KV